



حکومت کی مثال

حکومت کی مثال ایک بازار کی سی ہے جس میں وہی چیزیں لائی جاتی ہیں جن کی مانگ ہوتی ہے حاکم وقت نیک ہوگا تو لوگ برّ و تقوےٰ کے سرمائے لگائیں گے اور اگر فاسق و فاجر ہوگا تو منکرات و معاصی کی بضاعتیں لائی جائیں گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز
رحمہ اللہ تعالیٰ

کسی منصب پر غیر اہل کو بٹھانے والا ملعون ہے

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی وجہ سے بغیر اہلیت معلوم کیے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا۔

(جمع الفوائد ص ۳۲۵)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدے کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول کی اور سب مسلمانوں کی۔ (معارف القرآن)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات کو نظرانداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے بعض مساجد میں ایسے لوگوں کو امام اور خطیب مقرر کیا جاتا ہے جو قرآن و حدیث سے بالکل بے خبر اور کورے ہوتے ہیں اور یہی لوگ معاشرہ میں انتشار اور تفرقے کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اس حدیث کے بموجب اس کی ذمہ داری انہیں لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو ان کو ذمہ داری سونپتے ہیں۔

اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ (مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ مطلب یہ ہے کہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ یعنی جس سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جانتے ہوئے خلاف مشورہ دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی نے آپ سے اپنا راز کہا تو وہ اس کی امانت ہے بغیر اس کی اجازت کے کسی سے کہہ دینا خیانت ہے۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد: ۲۳ —— شمارہ: ۲۳

۱۸ ربیع الاول ۹۹ھ ۱۶ فروری ۷۹ء

اس شمارے میں

رئیس الادارہ

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مدیر منتظم: میاں محمد اجمل قادری

مدیر: سعید الرحمٰن علوی

مدیر معاون: صالح محمد حضردی

بدل اشتراک | سالانہ ۶۰/۰۰ روپے، ششماہی ۳۰/۰۰ روپے
سہ ماہی ۱۵/۰۰ روپے - فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

وہ آگئے

تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

آقائے دو عالم، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی ولادت مبارک کا مبارک مہینہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے۔

آپؐ کی آمد دنیا اور اہلِ دنیا کے لیے باعثِ صد افتخار و مسرت تھی۔ یہ جہانِ رنگ و بو جو ظلمت کدہ بنا ہوا تھا نورِ ایمان و یقین سے بقعۂ نور بن گیا اور یہ سب کچھ صدقہ تھا پیغمبر ختمی مرتبت کو ملنے والی آئینِ شریعت اور آپ کی جد و جہد اور جذبۂ استقامت کا!

آج امتِ مسلمہ چار دانگِ عالم میں زبوں حال اور پریشان ہے۔ اس کی ملی زندگی کا ڈھانچہ زیر و زبر ہو چکا ہے اور وہ دنیا میں بھک منگی قوم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کا سبب ایمان و یقین کی کمی، اعمال صالحہ سے دوری اور بدعات و خرافات کا طوفان ہے جو آج ہر کس و ناکس کو بہائے ہوئے لے جا رہا ہے اور شریعت اسلامیہ اپنے ہی گھر میں ماتم کناں ہے۔

آئیے ان مبارک و مسعود گھڑیوں میں اپنے رب رحیم و کریم کے حضور دستِ سوال دراز کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور خدائے قادر و توانا کی وہ نعمت عظمیٰ جو شریعت مطہرہ کی شکل میں محمدؐ مدنی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے توسط سے ملی، اس کا پھریرا چار دانگِ عالم میں لہرا دیں۔

یہ سیرتِ مقدسہ کا پیغام ہے اور میلاد النبیؐ کی حقیقی خوشی!

خادم بارگاہِ نبویؐ علوی ۹ ربیع الاول ۹۹ھ

اللہ تعالیٰ ہی کارساز حقیقی ہے

حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور نے مجلس ذکر کی گذشتہ صحبت میں
جو کچھ ارشاد فرمایا وہ آپ ہی کی تحریر میں پیش خدمت ہے (ادارہ)

بعض دوستوں نے تنگ دستی اور قرض کی شکایت کی ہے اور ایک نے جرمنی، ایک نے کسی عرب ملک میں ملازمت چھوٹ جانے پر ہر دو کے لئے وظیفہ دریافت کیا ہے، بے شک ساری مخلوق کو روزی دینے والا وہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا [اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں اس کی روزی حق تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو] جب سب کی روزی اسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے تو بندہ کو چاہئے کہ نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اسی فیاض و کریم سے مانگے۔ خود اس کا حکم ہے فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ [پس تلاش کرو رزق خدا کے پاس سے اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو]

جو کوئی اپنے خالق و مالک اور رزاق حقیقی کو نہیں جانتا پہچانتا وہ ہمیشہ مخلوق کا محتاج رہتا ہے اور ذلیل و خوار اور جو اپنے رزاق کو کارساز کر جان جاتا ہے وہ عزت و عظمت کے مقام پر فائز ہوتا ہے اور دنیا جہان سے مستغنی، گو اس کے پاس کچھ نہ ہو لیکن اس کا دل قناعت و بخشش کے خزانے سے معمور رہتا ہے۔

اپنے رزاق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک — اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت — فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

ان دوستوں سے درخواست ہے کہ صبح نماز فجر سے پہلے داہنی طرف سے شروع کرکے دس دس مرتبہ یَا رَزَّاقُ چاروں گھر کے کونوں میں بیٹھ پڑھا کریں اور منہ قبلہ کی طرف رکھیں، ملازمت کے خواہشمند حضرات سے عرض ہے کہ چند روز روزہ رکھیں اور نماز فجر کے بعد دس ہزار دفعہ یَا رَزَّاقُ پڑھیں۔ اس وقت یقین کامل الحاح و زاری اور خشوع و خضوع ہونا چاہیئے) انشاء اللہ وہ یا اس سے بہتر ملازمت ضرور میسر آئے گی۔

احباب سے التماس ہے کہ صبح کو یَا مُغْنِيُ گیارہ سو گیارہ بار اور سورہ مزمل

طاق عددوں میں نیز عشاء اللہ لیس سے نیف ایک ا معمول رکھیں ، اور اگر ہمت کر کے صبح
نماز فجر سے قبل سو بار
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔
پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ العزیز زندگی بھر رزق کی پریشانی نہیں ہوگی!

احقر عبید اللہ انور
۲ ربیع الاول ۱۳۹۹
۳۱ جنوری ۱۹۷۹

خطبہ جمعہ

سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم باب

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝
(آل عمران - آیت ۶۴)

کہہ اے اہل کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے کسی اور کی بندگی نہ کریں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کسی کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

اسلام دنیا میں قیام امن و سلامتی کے لیے آیا ہے وہ پوری نوعِ انسانی کو ایک آدمؑ کی اولاد اور ایک ہی گھرانے کے افراد قرار دیتا ہے اور اس گھرانے کی فلاح و بہبود کے لیے اس نے مختلف المذاہب و ادیان کو خدائے وحدہ لاشریک کی توحید کے ایک نکتۂ مشترک پر اکٹھے ہو جانے کی ہمیشہ سے دعوتِ عام دی ہے۔ اسلام قیامت تک باقی رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی۔ اس کے پاس اپنی بقا کے لیے عظیم ترین اصول و ضوابط موجود ہیں اور وہ ہر دور کے ہر چیلنج کا جواب دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب میں جمود ہے اور وہ جدید دور کے جدید تقاضوں کو اپنانے سے قاصر ہیں۔

ظہورِ اسلام کے وقت یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ اپنی اپنی جگہ خود کو دینِ ابراہیمی کا متبع سمجھا کرتے تھے اور یہود و نصاریٰ کا حال یہ تھا کہ یہودی سیدنا ابراہیمؑ کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ متبع تورات تھے۔ اور عیسائیوں کا دعوٰی تھا کہ آپ متبع انجیل تھے۔ قرآن نے ان کے دعاوی کو باطل قرار دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ تورات و انجیل جن کے متبعین یہودی یا نصرانی کہلائے وہ ان کے

سینکڑوں سال بعد نازل ہوئی ہیں بلکہ جیسے تم سمجھتے اور کہتے ہو اس معنیٰ میں تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی عیسائی یا یہودی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ سوچ بھی سراسر غلط ہے آخر اس بات کا پتہ تمہیں کیسے چلا؟ تمہاری کتابوں میں اس کا ذکر نہیں، نہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتایا ہے اور نہ ہی کوئی اور ثبوت اس بارے میں پیش کر سکتے ہو تو پھر بھی ان کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ ایسی بات کے متعلق جھگڑنا جس کا آدمی کو کچھ علم نہ ہو حماقت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے اور اس حقیقت سے تم خود بھی خوب واقف ہو۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اے اہلِ کتاب! سچ میں جھوٹ کیوں ملاتے ہو اور سچی بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا تعلق ہے تو ان کے زمانہ میں سب قومیں مشرک تھیں اور انہوں نے ان سب سے الگ اپنے عقیدۂ توحید کا اعلان کیا تھا۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں :-

"یاد کرو اس وقت کو جب اس کے رب نے کہا کہ فرمانبردار ہو جاؤ۔ کہا۔ میں جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوں۔"

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۔۔۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنی اولاد کو اسی عقیدۂ توحید پر تادمِ آخر قائم رہنے کی وصیت کر دی تھی۔ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ہ

(اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے یہ دین چن لیا ہے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا۔ مگر در آنحالیکہ مسلمان ہو) اس لیے اے یہود و نصاریٰ! آج ہم ملّتِ ابراہیمی پر ہیں اور اسی دین پر چلتے ہوئے تمہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید اور اسی کی بندگی اور پرستش کے اصولوں پر متحد ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے۔ تو یہودیوں نے سوال کیا کہ آپؐ کوئی نیا دین لے کر آئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ابیکم ابراہیم۔

اور اسی طرح عیسائی رہنماؤں کا ایک وفد جسے وفد نجران کہا جاتا ہے خاص طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس نے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وعلیٰ نبیّنا کے بارے میں تفصیلی سوالات کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بات سمجھائی اور ہر بات کا تسلی بخش جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔ کہ یہ لوگ اگر اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ مباہلہ کرو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران کو دعوت مباہلہ دی۔ جس کی صورت یہ تجویز ہوئی کہ دونوں فریق اپنی جان اور اولاد سے ایک جگہ حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہم میں سے جو کوئی جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو اور عذاب نازل ہو۔ مباہلہ کی اس صورت سے یہ بات پہلے ہی واضح ہو جاتی تھی کہ کون سا فریق اپنے مؤقف اور دعوے پر کس قدر وثوق اور یقین رکھتا ہے۔

چنانچہ دعوتِ مباہلہ سن کر عیسائی پادریوں اور دوسرے رہنماؤں کے وفد نے مہلت مانگی کہ ہمیں مشورے کا موقعہ دیا جائے ہم پھر جواب دیں گے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-

مجلس مشاورت میں ان کے ہوشمند تجربہ کار ذمہ دار لوگوں نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمٰعیلؑ میں نبی بھیجنے کا

وعدہ کیا تھا، کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں۔ پس
ایک نبی سے مباہلہ و ملاعنہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے
حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت
یا عذاب الٰہی سے نہ بچے اور پیغمبرؑ کی لعنت کا اثر نسلوں
تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے
اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ سارے
عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں۔
یہی تجویز پاس کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پہنچے۔ آپ حضرت حسن، حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ
عنہم کو ساتھ لیے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی
صورتیں دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا۔ میں
ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں۔ جن کی دعا پہاڑوں
کو ان کی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے
ہلاک نہ ہو۔ ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہ رہے گا۔
آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول
کر لیا۔ اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ حدیث
میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر
مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر ان پر برستی اور خدا تعالیٰ
نجران کا بالکل استیصال کر دیتا اور ایک سال کے
اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

اسلام نے اتحاد کی دعوت عام جو چودہ سو
برس پہلے دی تھی وہ آج بھی قائم ہے۔ گزشتہ
دنوں میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔ ایک جمعہ ماسکو
میں اور ایک بلغاریہ میں گزرا۔ بلغاریہ کے دارالسلطنت
صوفیہ میں عالمی امن کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اسلام
کی ترجمانی کا شرف اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا۔
میں نے وہاں بھی تقریر میں کہا تھا کہ اسلام امن و اتحاد
کا سب سے بڑا داعی ہے اور اس مقصد کے لیے
انصاف و دیانت پر مبنی اصول اپنے دامن رحمت
میں رکھتا ہے۔ اب مذاہب عالم کی بقا اسی پر موقوف
ہے کہ وہ اسلام کی دعوت قبول کر لیں ورنہ یاد رکھیں
ایٹمی دور کے تقاضوں کی تند و تیز لہریں انہیں خس و
خاشاک کی مانند بہا کر لے جائیں گی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً وہی دین
لے کر آئے تھے جس کا پیغام تمام انبیاء علیہم السلام
نے دنیا میں پہنچایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے بارے میں فرمایا کہ میری بعثت کی مثال ایسی
ہے کہ ایک محل ہو جس کی تعمیر مکمل ہو چکی ہو صرف ایک
اینٹ کی جگہ باقی ہو اس اینٹ کے اپنی جگہ لگ
چکنے کے بعد پھر کسی اور کی وہاں گنجائش ہی نہیں رہتی
میری بعثت سے وہ محل مکمل ہو گیا جو پہلے انبیاء کی
بعثت سے تعمیر ہوا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے۔ لو
کَانَ مِنْ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ (اگر میرے
بعد کوئی نبی بن سکتا تو عمرؓ نبی ہوتے) آپؐ نے
دنیا کو توحید خالص کی دعوت دی۔ اور فرمایا اگر میرے
دین میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ
کی اجازت ہوتی تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے
خاوندوں کو سجدہ کریں اور بطور وصیت مسلمانوں کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لعن اللہ
الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم
مساجد ۔ یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ
لعنت کریں کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ
بنا لیا۔ (لعنت کا مطلب خدا کی رحمت سے
محروم ہونا ہے)

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب مسلمان حُبِّ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے اور سنی کہلانے کے باوجود
شرک و بدعات میں غرق ہیں۔

ایک دفعہ بہاولنگر سے آتے ہوئے پاک پتن
میں نماز عصر پڑھنے کا موقع ملا۔ مسجد میں گئے تو صفوں
پر مٹی اور گرد و غبار کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں جیسے
یہاں کبھی کوئی نمازی نہیں آتا۔ اور ادھر فاتحہ کے
لیے مزار پر گئے تو دنیا بھر کا ہجوم تھا لوگ آتے
بطور نذرانہ پیسے ڈالتے، لوح قبر کو بوسہ دیتے اور
سجدہ بجا لاتے۔ مولانا محمد لقمان صاحب جو شریک سفر
تھے کہنے لگے۔ حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج
رحمۃ اللہ علیہ جن کی آپ راستے میں بہت تعریف
کر رہے تھے یہ انہی کا مزار ہے۔ میں نے کہا۔ مزار
تو انہی کا ہے لیکن لوگ یہاں جو کچھ کر رہے ہیں یہ
ان کا حکم اور ان کی تعلیمات ہرگز نہیں ہیں اور وہ حضرت
مسیحؑ کی طرح ان سب خرافات سے بری الذمہ ہیں۔

سیدالاتقیاء اسوۃ الصلحاء مہاجر مدنی حضرت مولنا حبیب اللہ مدظلہ العالی کا

مکتوبِ گرامی

یہ مکتوب گرامی اماں جی ادام اللہ فضلہا کے نام ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد
بہ پیش کا علیا حضرت آیۃ رحمۃ والدہ ماجدہ مخدومتہ المکرمہ صاحبہ زید مجدکن ۔

سلام مسنون　　　　مزاج شریف　　　　حبیب اللہ از مکۃ المکرمہ

الحمد للہ رب العالمین بخیروعافیت اور ہر طرح سے خوش وخرم ہوں ۔ اللہ کی رحمت کاملہ سے یقینی توقع ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ حضرات بھی میری طرح مع الخیر ہوں گے ۔ کل گزشتہ یوم الجمعہ ۱۸ صفر ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۱۹۶۲ء کو نماز جمعہ سے قبل لیٹا ہُوا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں لاہور گیا ہوں ۔ مجھ کو ایک جگہ دکھائی گئی ہے اور بتانے والے بتا رہے ہیں کہ یہاں پر دریائے سندھ بہتا تھا ۔ اب اُس نے اپنا رُخ بدل لیا ہے ۔ دریا کے رُخ بدل لینے کی وجہ سے جو زمین پہلے آباد تھیں سب بنجر ویران ہوگئیں، کھیتیاں لہلہا کر جل گئیں، چمن اُجڑ گئے مجھے خواب میں ہی اس قدر افسوس ہو رہا ہے کہ بہت رو رہا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ جتنے انسانوں، جانوروں، پرندوں، چرندوں اور کھیتوں اور باغات کو دریا کا جو نفع پہنچتا تھا ۔ دریا کے رُخ بدل لینے کی وجہ سے سب محروم ہو گئے ۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا الیہ راجعون ۔

خواب میں ہی مجھ کو بتایا جا رہا ہے کہ دریائے سندھ سے مراد مرحوم و مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ تامۃ ہیں جن کی صحبت میں لوگوں کے قلوب کی زمین سرسبز و شاداب ہوتیں تھیں ۔ اور افکار طیبہ اور نیات صالحہ کا بیج بویا جاتا تھا اور اعمال صالحہ اور تقویٰ کی خوب کاشت ہوتی تھی اور توفیق میسر آتی تھی ۔ اب اس دریا نے اپنا رُخ دُنیا سے آخرت کی طرف پھیر لیا ہے ۔

(۲)

خواب میں جب میرا رنج وغم بہت ہی بڑھ گیا تو میں نے دیکھا کہ بہت بادل آئے ہیں اور خوب کھل کر ابر بہار برسا ۔ اتنی کثرت سے بارش برسی کہ دریائے راوی کی طرح پھر پانی چلنے لگا ۔ اگرچہ دریائے سندھ کی طرح بہت موجزن نہیں، لیکن وہ جو ویرانی و بے رونقی تھی وہ چلی گئی اور پھر بہار آگئی ۔ اور یہ دریا ٹھیک مسجد لائن سبحان خان سے بہنا شروع ہُوا ہے ۔ ہمارا دار الحفاظ جہاں قاری عبد الکریم صاحب دیوبندی پڑھاتے تھے وہاں سے شروع ہوتا ہے اور باہر باہر بڑی مسجد کے ساتھ بہتا ہُوا چلا جاتا ہے ۔

خواب میں ہی مجھ کو بتایا گیا کہ اس دریا سے مراد برادر عزیز مولوی محمد انور سلمہٗ ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ

ے ۔ ۔ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔ ۱۲

نے احیائے دین کی اس کو نئی توفیق بخشی ہے اور علوم و معارف کا دریا پھر سے جاری ہو گیا ہے اور ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ چشم بد دور چشم حاسد کور۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کی کوششیں منظور رہیں۔

اب مجھ کو اس قدر خوشی ہوئی جس کی کوئی حد نہیں رہی۔ عربی زبان کا محاورہ ہے "السرور اذا افرط ابکیٰ" خوشی جو حد سے بڑھ کر ہو وہ انسان کو رُلا دیتی ہے۔ اب میں خوشی سے رونے لگا۔ اور جب میری آنکھ کھلی تو واقعی میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور دیر تک جاری رہے جنہیں کپڑے سے پونچھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم تینوں بھائیوں میں سے اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر بیٹھ کر دین کی خدمت کا شرف مولوی محمد انور سلمہٗ کو بخشا ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یا حبذا ہذا الشرف۔ اب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے استقامت عطا فرمائے۔ اور کسی گناہ کی وجہ سے یہ نعمت چھن نہ جائے۔ اللّٰھم اجعلنا من الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الآیۃ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ آمین۔ یا الہ العالمین۔

دوسری مؤدبانہ گزارش یہ ہے کہ حضور اقدس کا ۱۰ر جولائی ۱۹۶۲ء کا عزیزم عبدالماجد سلمہٗ سے لکھوایا ہوا خط ۱۷ر جولائی ۱۹۶۲ء ۱۵ صفر ۱۳۸۲ھ کو بعد از نماز عشا باعث سرفرازی ہوا۔

سفر مبارک حرمین الشریفین کے متعلق لکھا ہے۔

"اب ارادہ کمزور سا ہو گیا ہے"

و من عجائب الزمن۔ زمانہ کے عجیب اتفاقات میں سے یہ ایک اتفاق ہے کہ جس مکان میں آپ حضرات والدین الماجدین مکۃ المکرمہ میں ہر سال آکر اقامت فرمایا کرتے تھے۔ امسال وہ مکان حرم شریف کی توسیع کے سلسلہ میں منہدم ہو گیا ہے۔ وہ مکان کعبۃ اللہ شریف کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ اس سے زیادہ قریب اور کوئی مکان نہیں تھا۔ کئی لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیسے بابرکت تھے جب تک تشریف لاتے رہے یہ مکان سلامت رہا۔ اب ان کے آنے کا امکان ختم ہو گیا تو مکان بھی گر گیا۔ ادھر آپ نے لکھا "قبل ازیں میرا ارادہ اس بارے میں بڑا مضبوط تھا۔ لیکن اب اس میں کچھ تزلزل آگیا ہے"

بہر حال اب وہ مکان گیا۔ جب آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا تو سب وسائل مخالف ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمام حضرات احباب کرام و پرسان حال کو سلام مسنون والسلام مع الاکرام۔ ۱۹ صفر ۱۳۸۲ھ ۲۱ر جولائی ۱۹۶۲ء یوم السبت۔

دوسرا مکتوب

۲۸ رجب ۱۳۸۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

بہ پیش گاہ علیا حضرت آیۃ رحمۃ مخدومۃ الکرم والدہ ماجدہ صاحبہ دامت برکاتہن

سلام مسنون مزاج اقدس حبیب اللہ از المدینۃ المنورہ

فضلاً من اللہ ونعمۃ بخیر و عافیۃ وصحۃ و سلامۃ ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین رحمت الٰہی سے یقینی توقع ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ سب حضرات بھی میری ہی طرح مع الخیر ہوں گے۔

آج یوم الثلاثاء ۲۸ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۲ء کو آپ کا مکرمت نامہ محررہ طاہرہ بی بی مورخہ

۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء باعث سرفرازی ہو کر کاشف حالات ہُوا۔

گزشتہ کل حکیم علی احمد صاحب بنیر واسطی مجھ کو تلاش کرتے ہوئے میری قیام گاہ پر پہنچے۔ مجھ سے ذکر کیا کہ میں تمام مشرق و مغرب کے ممالک کے دورہ پر حکومت پاکستان کی طرف سے نکلا ہُوں۔ امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں کافی کافی ٹھہرا ہوں بعدازاں شام، لبنان، بیروت، دمشق، مصر ہوتا ہُوا اب المدینۃ المنورہ آیا ہوں۔ یہاں سے ایران و عراق کا قصد ہے۔

مجھ حقیر و فقیر سے ملاقات کا خاص مقصد جو اُنھوں نے بیان کیا وہ یہ تھا کہ میں حضرت مولانا مرحوم (اباجان رحمۃ اللہ علیہ) کے ارادتمندوں میں سے ہوں مجھ کو ان سے خصوصی نیازمندی کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی برکت سے رحمتِ الٰہی کا جو دروازہ کھلا تھا۔ اس کو کھلا ہی رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سدا اس کو کھلا ہی رکھے میری ذاتی رائے اور میرے ساتھ اور بھی بہت سے احباب کرام کی رائے (جن میں لاہور کے بہت سے معززین ہیں) یہ ہے کہ اس وقت لاہور میں تمہارا ہونا بہت ضروری ہے اور اس ضرورت کا شدت کے ساتھ احساس کیا جا رہا ہے۔ لاہور سے روانگی کے وقت مجھ سے احباب نے کہا تھا کہ المدینۃ المنورہ میں حبیب اللہ کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا۔

میں نے ان کی بات کو غور سے سُنا اور مختصر طور پر پہلی ہی ملاقات و مجلس میں صرف اتنا عرض کیا کہ جناب حکیم صاحب یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے، وجدان سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ استدلالی چیز نہیں مجھ کو المدینۃ المنورہ کے قیام میں جو روحانی سرور و نشاط جو قلبی سکون و طمانیت میسر ہے اور علیٰ حسب ما قدر اللہ لی الخیر والسعادہ والتوفیق جو عبادات کی توفیق من جانب اللہ حاصل ہے۔ دنیا کی سب نعمتوں کو اس پر قربان کر سکتا ہوں لیکن اس روحانی سرور و نشاط اور اس قلبی سکون و طمانیت کو دُنیا کی کسی نعمت پر قربان نہیں کر سکتا۔

میرے دل کی یہی پیاس ہے کہ بقیۃ العمر اللہ تبارک و تعالیٰ حسن ادب پر قائم رہتے ہوئے المدینۃ المنورہ ہی قیام کا شرف بخشے۔ اور اس شرف سے محروم نہ فرمائے۔

لاہور میں میرے دو بھائی ہیں میں ان کے لیے دعائے خیر کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے غیب کے فیض سے ان کی تائید و نصرت فرمائے اور وہ اباجان رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر بیٹھ کر رشد و ہدایت کے اس سلسلہ کو جاری رکھ سکیں۔ آمین!۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مجھ عبد حقیر و فقیر پر جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور شہنشاہوں پر اللہ کا وہ انعام نہیں ہُوا۔

ہندوستان کے جتنے مغل سلاطین گزرے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک مغل شہنشاہ کو اس دربار کی حاضری کا شرف حاصل نہیں ہُوا۔ ان کے قلعے، ان کے مقبرے، ان کی جامع مسجدیں۔۔۔ دنیا میں ایسی ایسی یادگاریں ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ایرانی سفیر نے کہا تھا کہ شاہانِ ہند شاہی نمی کنند خدائی میکنند۔

آخرت میں ان کے قلعے، مقبرے اور پرشکوہ عمارتیں کام نہیں آئیں گی۔ اگر یہاں کی حاضری کا شرف حاصل ہو جاتا تو وہ آخرت میں ضرور ان کے کام آتا۔ حتیٰ کہ جتنے سلاطین آلِ عثمان گزرے ہیں ان سب خلفاء کو بھی حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہُوا۔ حالانکہ حرمین الشریفین ان کی قلمرو میں تھا۔ اور ہمیشہ جمعہ کے دن امام خطبہ میں آٹھ سو برس تک یہ پڑھتے رہے ہیں۔ سلطان البرین و البحرین۔ خادم الحرمین والقبلتین السلطان فلاں بن فلاں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے آسمان سے دن کو اور اسی طرح ستر ہزار فرشتے روضۂ اطہر پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لیے نازل ہوتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں انہوں نے نقل کی ہے۔

انّ اللّٰہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی۔ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

آسمان سے ملائکہ عظام جس مقام کی تقدیس و تبریک حاصل کرنے کے لیے نازل ہوتے ہوں وہاں پر مجھ عبد حقیر و فقیر مذنب کا قیام میرے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک بہت ہی بے بہا انعام ہے۔

ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

جس مقدس مقام پہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سربسجدہ دعائیں فرمائیں ۔۔ اور تمام حضرات خلفاء الراشدین اور سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دعائیں کیں اور تمام عالم اسلامی کے سب صلحاء شرفا و غربا جہاں پہ ہر سال صدیوں سے جمع ہو کر دعائیں فرماتے ہیں اس مقدس مقام کو قبولیت دعا کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ میں اس مقام پہ خصوصیت کے ساتھ آپ حضرات والدین الماجدین کے لیے اور اپنے خاندان کے سب افراد کے لیے دن رات بہت بہت دعائیں بہ اُمید قبولیت کے کرتا رہتا ہوں۔ گھر کے سب حضرات کو فرداً فرداً سلام مسنون عرض کر دیں۔۔ جناب ماموں جان مدظلہ العالی اور ان کے جملہ متعلقین کو اور ہمشیرہ صاحبہ اور ان سب کے بچوں کو سلام مسنون۔ والسلام مع الاکرام

تیسرا مکتوب :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد۔

بہ پیش گاہ علیا حضرت آیۂ رحمت والدہ ماجدہ صاحبہ دامت برکاتکن۔

سلام مسنون مزاج اقدس حبیب اللہ از المدینۃ المنورہ

الحمد للہ رب العالمین بخیر و عافیت اور ہر طرح سے خوش و خرم ہوں رحمت الٰہی سے یقینی توقع ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ سب حضرات بھی میری ہی طرح مع الخیر ہوں گے۔

یوم الخمیس ۷ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کو آپ کا مکرمت نامہ محررہ عبدالماجد سلمہٗ جس پہ یکم ستمبر ۱۹۶۲ء کی تاریخ درج ہے۔ باعث سرفرازی ہو کر کاشف حالات ہوا۔

آپ اس حقیقت سے خوب باخبر ہیں کہ شریعت کا حکم ہے کہ نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعاء پڑھی جاتی ہے۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہٗ۔ ولا تفتنا بعدہٗ۔

بعض وجود ایسے مسعود ہوتے ہیں۔ رحمت الٰہی کے مظہر اتم کہ ان کی برکت سے مخلوق آفات سماویہ و ارضیہ سے محفوظ رہتی ہے جہاں وہ بابرکت وجود دنیا سے اُٹھے تو فتنوں کا ایسا دروازہ کھل جاتا ہے۔ الامان والحفیظ سورج جب غروب ہو جاتا ہے تو اپنی روشنی ساتھ لے جاتا ہے وہ اللہ کے بندے جب دنیا سے جاتے ہیں تو اپنی برکتیں ساتھ لے جاتے ہیں اسی لیے شریعت نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ان اللہ کے بندوں کی وفات پہ یہ دعا مانگو ان کی وفات کے صدمہ پہ اللہ تعالیٰ ہم کو اجر دے اور انکی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کسی فتنہ میں ہم کو مبتلا نہ کرے۔ جن فتنوں کو ان کی برکت سے روک رکھا تھا وہ رکے ہی رہیں۔ صدق اللّٰہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔

یہ امر واقعہ ہے کہ میں ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ارض مقدس حجاز میں پہنچا تھا۔ اور مرحوم و مغفور لہٗ اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۹۲ء کو ہوا۔ یعنی ان کے انتقال پر ملال سے ٹھیک چودہ برس قبل چودہ برس سے دو ماہ کم ہوتے ہیں میں ارض مقدس میں پہنچ گیا تھا۔ اس چودہ برس کے عرصہ میں انہوں نے سینکڑوں مرتبہ آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس احسان عظیم پر شکر کرنے کی تلقین فرمائی کہ شکر کرو سارے لاہور میں ایک ماں ایسی نہیں جس کے بیٹے کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے المسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر قال اللہ و قال رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ کی خدمت کی توفیق بخشی ہو۔ بلکہ پورے پاکستان کا فرد بھی ایسا نہیں جو عربی زبان میں الحرم النبوی الشریف میں دین کی خدمت کے شرف سے مشرف ہو۔

پورے پاکستان میں اللہ نے اس شرف سے مجھ عبد حقیر و فقیر کو نوازا ہے۔ وہ مرحوم و مغفور لہٗ بار بار اسی لیے آپ کو تلقین فرماتے تھے کہ اس کی مفارقت اور جدائی پر صبر کرنا اور صبر پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی توقع رکھنا صبر کا جو سبق چودہ برس تک انہوں نے آپ کو پڑھایا۔ ابھی ان کے وصال کو ایک سال بھی پورا نہیں گزرا کہ وہ سبق آپ بھول گئے۔

آپ نے اپنے خط میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

آپ کے استخارہ جات آپ کو ادھر آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن میں ممتا کو کیسے دباؤں۔ سبحان اللہ جس چیز سے انہوں نے روکا تھا۔

اگر انسان کی ساری خوشیاں اور مرادیں دنیا میں ہی پوری ہونے لگ جائیں تو وہ دنیا کیا ہوئی۔ وہ تو جنت ہوگئی۔ جنت کی نعمتوں میں سے اللہ نے یہ ذکر فرمایا۔ ولھم فیھا ما یشتھون جو خواہش بھی ہوگی پوری ہو جائے گی دنیا تو دار الکدر، دار المحن اور دار الفتن ہے۔ دنیا میں کس کو سب مرادیں ملی ہیں۔

ومن ناحیۃ اخریٰ اگر آپ غور فرمائیں۔ تو ہر چیز پر قدرت تامہ تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔

[illegible] قادر علیٰ کل شیٔ وعجزہٗ شاملٌ عن کل شیٔ

اگر بندہ کی بھی ہر بات پوری ہونے لگ جائے تو پھر وہ بندہ کیا ہوا۔ وہ تو معاذ اللہ اللہ تعالیٰ ہوگیا۔

[illegible] المسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر دین کی خدمت [illegible] کریں اور ہر روز آپ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کریں۔ یہ قدرت تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہے۔ بندہ کو تو اللہ نے یہ قدرت نہیں بخشی۔

اب دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی ہوگی۔ یا تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی [illegible] اور اپنے والدین الماجدین کی مغفرت و نجات آخرت کے لیے المسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر دین کی خدمت کریں۔ [illegible] سے محروم ہو کر صرف آپ کی ملاقات کے لیے لاہور آجاؤں۔ قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بات اختیار کرنے کی آپ کو چودہ برس تلقین فرمائی۔ اب آپ ان کی روح پر فتوح کو بھی ناراض کرنا چاہتے ہیں۔

[illegible] صبر فرمائیں۔ صبر پر [illegible] بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کا اجر قیامت کے دن ماپ تول کر ملے گا۔ الا واحد عمل۔ اور وہ صرف صبر کا عمل ہے۔ بے صبری میں آکر اپنے آپکو اور ہمکو سعادت دارین کے شرف سے محروم نہ کیجیے۔ مرحوم و مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ [illegible] تلقین فرمائی ہے۔ [illegible] اس پر قائم رہیں [illegible] مولوی محمد انور سلمہٗ، مولوی حمید اللہ سلمہٗ [illegible] عزیزی محمد اجمل سلمہٗ، عزیزی محمد اکمل سلمہٗ، عزیزہ رقیہ بی بی سلمہا، عزیزہ مریم بی بی سلمہا اور ان کا بھائی اور ہمشیرہ صاحبہ اور [illegible] سلام مسنون والسلام مع الاکرام۔ [illegible] ربیع الثانی [illegible] ۹ر ستمبر ۱۹۹۲ء یوم الاحد۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایران کے بعد

کس کے گھر جائے گا طوفانِ بلا" اسکے" بعد

حضرت مولانا محمّد اسحٰق صدیقی سندیلوی

یہود کا خوفناک منصوبہ

حکومت اسرائیل قلب عرب میں ایک کینسر کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ کینسر پھیلنے اور بڑھنے کا میلان رکھتا ہے۔ خصوصاً ممالک عربیہ پر اقتدار قائم کرنے کی حرص زبوں تو یہود کی مدت دراز سے ہے۔ مگر اب اس میں شدّت پیدا ہو گئی ہے۔ اس اقتدار کے لیے انہوں نے مندرجہ ذیل منصوبہ بنایا ہے جس پر تدریجاً عمل ہو رہا ہے اور وہ ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔

ان کا منصوبہ یہ ہے کہ پوری دنیائے اسلام خصوصاً ممالک عربیہ اور پاکستان پر شیعوں کو مسلّط کر دیا جائے، یہ برائے نام واسطہ ہے۔ خود اسرائیل ہی کا تسلّط ہوگا بلکہ یہود کے لیے بلاواسطہ تسلّط سے زیادہ قوی اور زیادہ مفید ہوگا۔ خصوصاً عرب کا تیل۔ تو آج بھی بڑی حد تک ان کے قبضہ میں ہے اور اگر یہ منصوبہ خدانخواستہ کامیاب ہو جائے تو اسرائیل حجاز وغیرہ پر شیعوں کی مدد سے اسی طرح حکومت کرے گا جس طرح ہندوستانیوں کی امداد سے انگریز ہندوستان پر حکومت کرتا تھا۔ اس منصوبہ کا ایک جزء تکمیل کو پہنچ کر کامیاب ثابت ہو گا۔ یہود کی کوشش سے شام پر دروزی شیعہ مسلّط ہو گئے اور شام میں دینِ حق یعنی مذہب اہلسنت کو مٹانے کی کوشش بہت سلیقہ کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ لبنان میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کرا کے اسرائیل نے ادھر قدم بڑھانے کے لیے راستہ بنا لیا۔ اس جنگ میں یہ چیز بالکل نمایاں رہی کہ شروع سے آخر تک کسی شیعہ نے مسیحیوں کے خلاف جنگ میں ذرا سا حصہ بھی نہیں لیا۔ جنگ کی ساری مصیبت صرف اہلسنت کے سر بیت گئی۔ اس جنگ کے آخری دور میں اس سے بھی زیادہ عبرت خیز واقعہ پیش آیا۔ مصیبت زدہ اہل فلسطین کے خلاف جو فوج بھیجی گئی وہ اسی طبقہ پر مشتمل تھی جس نے بے دردی سے فلسطین کے کے مظلوم لوگوں کو خاک و خون میں تڑپایا، جس نے مسیحیوں کے ساتھ مل کر ان مظلوم اہل سنّت کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور ان پر وہ ظلم ڈھائے جن کے تصوّر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عربی ممالک کا جو نقشہ اسرائیل بنانا چاہتا ہے اس کا پہلا زاویہ تیار ہو گیا۔

ایران کو مسلّط کرنے کی کوشش

خلیج عربی کی چھوٹی چھوٹی عرب حکومتوں

کی گردن ایران کے ہاتھ میں آ چکی جو برطانیہ اور امریکہ کی مشترک بددیانتی اور ناپاک سازش کا نتیجہ ہے۔ ان ریاستوں کے ناعاقبت اندیش سلاطین دولت اور عیش و عشرت کے نشہ میں مست اور جان بوجھ کر خطرے سے غافل ہیں۔ ایرانی شیعوں کی بہت بڑی تعداد ان ممالک میں آباد ہو چکی ہے۔ خود ایران اور وہ طاقتیں جو اسے ان پر مسلط کرنا چاہتی ہیں صرف وقت اور موقع کی منتظر ہیں۔ جس کے آتے ہی وہ بہت آسانی کے ساتھ اپنے مقصد کی تکمیل کر لیں گی۔

یہودی منصوبہ میں نئی ترمیم

ایک مدت کے بعد منصوبہ سازوں کو احساس ہوا کہ دنیائے اسلام خصوصاً عربی دنیا ایرانی شہنشاہیت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگی۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاکے میں کچھ ترمیم کی اور خود اپنے ہی آدمی یعنی شہنشاہ ایران کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت ایران کی شورش درحقیقت امریکہ، روس اور اسرائیل کے مشترکہ منصوبہ کا اہم حصہ اور انہیں کی تائید و حمایت کا رہین منت ہے۔ اس کام میں ان تینوں کا اشتراک و اتحاد بظاہر تعجب خیز ہے۔ مگر حقیقت حال پر نظر کرنے سے یہ تعجب دور ہو جائے گا جو چند سطروں کے بعد انشاء اللہ واضح کی جائیگی۔

نقشہ عمل یہ ہے کہ شاہی یا ایک خاص گروہ کی اصطلاح میں "ملوکیت" کو ایران میں ختم کر کے اسی قسم کی تحریک سعودی عرب میں بھی اٹھائی جائے۔ اور اسے ختم کر کے شیعہ اور سنیوں کی ایک مخلوط حکومت جمہوریت کے نام پر قائم کر دی جائے جو ایران کے حاشیہ بردار اور اسرائیل کی آلۂ کار ہو۔ سعودی عرب میں امریکنوں کی خاصی تعداد مقیم ہے ان میں یقیناً یہود کی معتدبہ تعداد بھی ہوگی۔ انہیں بھی حکومت میں دخیل بنایا جائے۔ پھر یہ ایرانی حکومت حجاز وغیرہ میں باہر سے آنے والے یہود کو آباد ہونے کی جگہ دے۔ اس طرح کچھ دنوں میں یہ حکومت اسرائیل کا ایک جزو بن جائے۔ لا قدر اللہ

سعودی عرب میں شیعوں کی تعداد شاید ایک فیصد بھی نہیں۔ مگر پاکستان کی طرح وہاں بھی جھوٹ کی ہوا بھر کر ان کی تعداد کا غبارہ اصل سے بہت زیادہ بڑھا کر دکھایا جا رہا ہے۔ پاکستان میں اس منصوبہ کی تکمیل کس طرح کی جا رہی ہے؟ اس کی تفصیل کے لیے قدرے توقف کیجئے۔ پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ ایران کی موجودہ شورش کا مقصد کیا ہے؟ مندرجہ ذیل اطلاع ملاحظہ ہو:۔

"پیرس۔ ۳ نومبر ۱۹۷۸ء (پی پی آئی ڈی پی اے) ایران کے جلاوطن رہنما علامہ آیت اللہ خمینی نے گذشتہ روز دھمکی دی ہے کہ وہ ایران میں خانہ جنگی کی اجازت دے دیں گے —— ریڈیو لکسمبرگ کو ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ تحریک شیعیت اپنی صفوں سے حزب اختلاف کے ان ایرانی رہنماؤں کو نکال دے گی جو شہنشاہ ایران سے سیاسی مذاکرات کے خواہشمند ہیں۔ انہوں نے کہا اس تحریک کا مقصد ریفرنڈم کا انعقاد، شہری حقوق کی بحالی اور ایران کو اسلامی جمہوریہ

بنانا ہے۔"

(روزنامہ "جسارت" کراچی ۲۸ر نومبر ۱۹۷۸ء)

خمینی صاحب نے اس انٹرویو میں صاف صاف کہہ دیا کہ ان کی تحریک "تحریک شیعیت" ہے۔ اب بھی اگر کوئی سُنّی اسے اسلامی نظام کی تحریک کہہ کر اس کی تائید و ستائش کرے تو اوّل درجہ کا احمق ہے یا سنّی نما شیعہ ہے جو اہلسنّت سے غداری کر رہا ہے۔ چند سطریں پہلے ان کا جو انٹرویو نقل کیا گیا ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ بادشاہی کو ہر جگہ خلاف اسلام سمجھتے ہیں اس سے عیاں ہے کہ وہ سعودی عرب وغیرہ میں بھی اپنی "تحریک شیعیت پھیلانے کے خواہشمند ہیں۔

دو مطالبے

شورش ایران کے ایک دوسرے اہم لیڈر شیعہ عالم آیت اللہ شیرازی ہیں ان کا مندرجہ ذیل مطالبہ بھی ملاحظہ ہو!

"تہران (ڈی پی اے) مشہد کے ممتاز شیعہ عالم آیت اللہ شیرازی نے ایران کی نئی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ شیعوں کو اپنے عقائد کے مطابق زندگی گذارنے کی مکمل آزادی بحال کی جائے۔ . . . . انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ارکانِ حکومت شیعہ ہونے چاہئیں اور تمام غیر شیعہ ملازمین کو برطرف کر دیا جائے۔"

(جسارت کراچی ۱۱ ستمبر ۱۹۷۸ء)

"عقائد کے مطابق زندگی" کا مطلب آپ سمجھے؟ سب کو معلوم ہے کہ ایران ایک شیعہ سلطنت ہے وہاں شیعوں کے عقائد یا ایمان کے مطابق عمل کرنے پر کوئی پابندی نہیں البتہ چونکہ سنّی بھی رہتے ہیں اس لیے فساد سے بچنے کے لیے حکومت کی طرف سے صحابۂ کرامؓ کی شان میں علی الاعلان گستاخی اور بے ادبی پر پابندی عائد ہے۔ شیرازی صاحب اسی پابندی کو اٹھوانا چاہتے ہیں۔ ان کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ شیعوں کو صحابۂ کرامؓ پر تبرّا بھیجنے اور انہیں سب و شتم کرنے کی پوری آزادی دے دی جائے۔ ایران میں درحقیقت اب بھی اہلسنت کی اکثریت ہے اگر دیانتداری کے ساتھ مردم شماری کی جائے تو وہ ساٹھ فیصد ضرور نکلیں گے۔ تاہم سرکاری طور پر ان کی تعداد چالیس فیصد تسلیم کی جاتی ہے مگر ملازمتوں خصوصاً اونچے درجہ کی ملازمتوں میں ان کا تناسب ۲ فیصد بھی نہیں، یہ بھی شیرازی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو گوارہ نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک سنّی کو بھی سرکاری ملازمت نہ دی جائے۔

اس تفصیل سے بالکل عیاں ہے کہ ایران کی شورش درحقیقت ایسے عالمگیر یہودی منصوبہ کا ایک حصّہ ہے جو دشمنانِ دین نے دین حق یعنی مذہب اہلسنت اور اس کے متبعین کے خلاف تیار کیا ہے۔ اسلامی نظام کا نعرہ محض فریب ہے جو کسی شیعہ کی زبان سے حیرت انگیز بھی معلوم ہوتا ہے اور مضحکہ خیز بھی۔

پاکستان

تحریک پاکستان کے وقت اس کا جو تصوّر عام مسلمانوں کے ذہن میں تھا وہ دوسرا تھا جو پاکستان قائم ہوا اسے اس تصوّر سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا تہران کو مکہ معظمہ سے، سنّی قائدین

سیاست نے شدید ترین غلطی یہ کی کہ قیادت میں شیعوں کو بھی دخیل بنا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ لاکھوں مسلمانوں کے خون بہے اور کروڑوں اہلسنت کی بربادی کے بعد جو پاکستان بنا وہ ہمارے تصوّر کا پاکستان نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا پاکستان ہے۔ ان شیعہ لیڈروں نے سازشوں کے ذریعہ اصل پاکستان کے چہرے کو مسخ کیا اس کے اعضاء کو کاٹا پیٹا اور مسلمانوں خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی کو پاکستان سے الگ کرکے تباہی و بربادی کے قعر میں دھکیل دیا۔

جو پاکستان بنا وہ ہمارے تصوّر کے مطابق نہ بنا بلکہ برطانیہ کی مرضی، یہودیوں کی پسند، ہنود کی منظوری اور شیعوں کی مصلحت کے مطابق بنا۔ شیعوں نے اس کی ابتداء ہی سے یہ منصوبہ بنا لیا تھا کہ سازشوں اور مغالطہ انگیز تدبیروں کے ذریعہ رفتہ رفتہ پاکستان پر قبضہ کرکے اسے ایران میں ضم کر دیا جائے۔

ان سازشوں اور تدبیروں کا اثر کبھی سکندر مرزا کی صورت میں ظاہر ہوا، کبھی یحییٰ خاں اور بھٹو کی شکل میں۔ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی بھی اسی منصوبہ کے تحت ہوئی۔ مگر بھلا ہو ہمارے سنّی لیڈروں کا کہ انہوں نے دیدہ دانستہ اپنی آنکھوں میں خود دھول جھونک لی، انہیں شیعی سازش کہیں نظر نہ آئی حالانکہ مشرقی پاکستان کی سازش خالصتہً شیعی سازش تھی اور ہر چیز اس قدر واضح تھی کہ معمولی ذہن و دماغ کے لوگوں نے بھی محسوس کر لی۔ لیکن ہمارے سنّی قائدینِ سیاست نے اپنے نفس اور اپنی قوم سب کو فریب دیا اور اس سلسلے میں شیعوں کا نام کبھی زبان پر نہ لائے اور نہ اس حادثۂ عظیمہ سے کوئی عبرت حاصل کی۔ اگر بھٹو حکومت کا تختہ نہ الٹ دیا جاتا تو ایران کے ساتھ پاکستان کا انضمام چند روز کا معاملہ تھا۔ بھٹو صاحب خود شیعہ ہیں اور وہ پاکستان پر شیعی اقتدار کی علامت (   ) کی حیثیت سے نمایاں ہوئے تھے۔ ان کے زوال سے شیعوں کی "کمند تدبیر" اس وقت ٹوٹ گئی جبکہ "لب بام" صرف "دو چار ہاتھ" رہ گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے زوال پر پاکستان تا عراق و بھارت شیعوں کے یہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بھارت کے شیعی اخبارات اب تک ان کی مدح سرائی اور حمایت میں مصروف ہیں۔

بھٹو صاحب نے اپنے دور میں پاکستان کو ایران کا سٹلائٹ بنا دیا تھا اور تحریک سے سال ڈیڑھ سال پہلے ملکی حالات ایسے سانچے میں ڈھل چکے تھے کہ اسے ایران کی جیب میں ڈالا جا سکتا تھا مگر افغانستان اور بھارت کسی طرح اس صورت حال کو منظور کرنے کے لیے تیار نہ تھے کیونکہ یہ صورت ان دونوں کے لیے بھی بہت خطرناک ہوتی۔ اس وجہ سے پاکستان کا وجود قائم رہا۔

نیا پلان

ناکامی پر ناکامی ہوتی رہی تو امریکہ، روس اور اسرائیل وغیرہ یہودی اور یہودیت زدہ طاقتوں نے اپنے پلان پر نظرثانی کی اور اسلامی نظام کے نام پر تخریب اسلام کی اسکیم بنائی۔ اس وقت پاکستان میں صورت حال یہ ہے کہ پانچ وزیر شیعہ ہیں اور بہت سے اہم محکمے ان کے سپرد ہیں۔ تمام ملازمتوں اور کلیدی

عہدوں پر شیعوں کی کثیر تعداد فائز ہے ۔ ایگزیکٹو پر وہ چھائے ہوئے ہیں ۔ حالانکہ شیعہ آبادی پاکستان میں دو فیصد ہے ۔ ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ مملکت میں سب سے بڑی طاقت ایگزیکٹو کی طاقت ہوتی ہے۔

کس قدر افسوسناک اور خطرناک بات ہے کہ ہمارے قائدینِ سیاسی نے حکومت میں شامل ہونے کے لیے یہ شرط تو لگائی کہ اس میں پیپلز پارٹی کو نہ شریک کیا جائے۔ مگر پانچ وزراء کا تقرر اور کلیدی مناصب شیعوں کے ہاتھ میں دینے پر کسی کو اعتراض نہ ہوا۔ اسی طرح قومی اتحاد اور حکومت کے مخالفین، ان دونوں پر فضول اعتراضات تو کرتے رہتے ہیں لیکن اس بارے میں سب سربہ در گلو ہیں۔ کسی کو آج تک اس پر اعتراض کی توفیق نہ ہوئی۔

اسلامی نظام کا قیام

مسلمانوں نے بہت شوق اور مسرت کے ساتھ یہ اعلان سنا کہ اسلامی نظام قائم ہو رہا ہے مگر یہ سن کر ان کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی کہ قانون سازی کا کام ججوں کا ایک پینل کرے گا۔ ذی شعور اہلسنت تو یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔ اگر آپ سے کوئی کہے کہ کسی اسپتال میں ڈاکٹر کے بجائے انجنیروں کا تقرر کیا گیا ہے تو آپ کو حیرت ہوگی یا نہیں؟ یہ اطلاع بھی تحیّر خیزی میں اس سے کم نہیں۔ جج صاحبان جن کی عمر برطانوی قانون کے مطالعہ اور تنقید میں گذری ہے۔ فقہ اسلامی کا مطالعہ کرکے بھی اس قابل نہیں ہو سکتے کہ کسی اسلامی قانون کی تشکیل کر سکیں۔ پھر یہ بھی وضاحت نہیں کہ جج صاحبان کا مذہب کیا ہوگا؟ ان میں شیعہ بھی ہو سکتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اس طرح فقہ اسلامی میں نام نہاد فقہ جعفری کی آمیزش ہوگی۔ بلکہ اس طریقِ کار کو اختیار کرنے میں راز یہی ہے۔ ایسے مرکب قانون کو اسلامی قانون نہیں کہا جا سکتا۔ دوسری طرف اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی شیعہ موجود ہیں حالانکہ اس کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں۔ درحقیقت ہمارے دین و مذہب اور شیعہ مذہب میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں۔ اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ قرآن مجید پر ایمان کا جو دعویٰ شیعہ کرتے ہیں وہ بطور تقیہ نہیں بلکہ صحیح ہے تو بھی کونسل مذکور میں ان کی شرکت جائز نہیں ثابت ہوتی۔ کیونکہ احکام تو صرف قرآن مجید ہی سے ماخوذ نہیں سنّت بھی تو مسائل کا دوسرا اور عظیم ماخذ ہے۔ اور سنت کا انکار شیعہ علی الاعلان کرتے ہیں۔ ہماری حدیث ان کے نزدیک قطعاً غیر معتبر ہے۔ ہماری کتب فقہ بھی ان کے نزدیک غیر معتبر۔ پھر اشتراک کے کیا معنی؟ اور اسلامی نظریاتی کونسل میں ان کے شامل رہنے کے لیے وجہ جواز کیا ہے؟ ہماری بے حسی ملاحظہ ہو کہ آج تک کونسل کے ارکان یا قائدینِ ملّت میں سے کسی کو بھی کونسل میں اس اجنبی عنصر کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔

مختصر یہ کہ امریکہ، روس، اسرائیل اور شیعوں کے پلان کے مطابق شیعہ باوجود قلیل ہونے کے پاکستان پر چھا رہے ہیں اور انتخابات کے بعد اور چھا جائیں گے شیعوں کے ساتھ شیعہ نواز بے حمیت اہلسنت کی بھی ایک تعداد آئے گی۔ اور مذکورہ بالا منصوبہ تکمیل کی راہ پر پڑ جائے گا۔

اتحاد اسلامی کا نعرہ

مندرجہ بالا حالات کا رُخ اور ان کی رفتار کو دیکھنے کے بعد ہر سمجھدار آدمی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ پاکستان کو شیعہ مملکت بنانے کی کوشش جاری ہے اور اس کی کامیابی کو غیر ممکن نہیں کہا جا سکتا۔ لاقدرھا اللہ

ایران میں انقلاب کی کامیابی کے بعد ممکن ہے کہ اتحاد اسلامی کا نعرہ لگا کر ایران و پاکستان کو متحد کرنے کی کوشش کی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شورش کھڑی کر دی جائے جس کا نتیجہ حسب منصوبہ برآمد ہو۔

امریکہ و روس کا اختلاف و اتحاد

بہت سے لوگوں کے لیے ایران کے مسئلے سے امریکہ کی بے تعلقی ایک معمہ بنی ہوئی ہے کیونکہ وہ تو ایران کا خاص سرپرست ہے اور امریکہ کے لیے اس کی اہمیت واضح ہے مگر ذرا نظر کو وسیع کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امریکہ کا یہ رویّہ ایران کے ساتھ مخصوص نہیں افغانستان کا انقلاب ابھی کل کا واقعہ ہے۔ اگر امریکن محکمہ سی آئی اے بر وقت اطلاع ہی دے دیتا تو داؤد خان شورش پسندوں کو کچل سکتے تھے۔ صومالیہ میں امریکہ نے پہلے تو ان لوگوں کو کچھ امداد دے کر اپنی طرف مائل کیا اور ان کے تعلقات روس سے خراب کروا دئے اس کے بعد ان سے بے تعلق ہو کر روس سے انہیں کچلوا دیا۔ روس نے ان کے دشمنوں کو کثیر تعداد میں بہترین اسلحہ دیا۔ اس کے ساتھ کیوبا سے فوجیں بھیج کر صومالیہ کے مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیا۔ وہ لوگ چلّاتے رہے مگر امریکہ نے بالکل آنکھیں پھیر لیں۔ خود ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا۔ مشرقی پاکستان نکل گیا اور امریکہ کا ساتواں بیڑا راستہ ہی میں رہا۔

دوسری طرف روس کی روش بھی اسی قسم کی ہے بظاہر وہ اسرائیل کے مقابلہ میں عربوں کا حامی ہے لیکن حافظ الاسد نے فلسطینیوں کے خلاف دروزی شیعوں کی فوج بھیجی جس نے لبنانی عیسائیوں کے ساتھ مل کر ان کا قتل عام کیا۔ سب جانتے ہیں کہ ان مسیحیوں کو امریکہ اور اسرائیل کی پشت پناہی حاصل ہے۔ باوجود اس کے اس واقعہ ہائلہ کو دیکھ کر روس کی جبین پر شکن بھی نہ پڑی۔

روس و امریکہ کے شدید اختلافات کو دیکھتے ہوئے یہ ایک معمّہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت حال پر غور کیجئے تو معمّہ حل ہو جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں جگہ ایک ہی ذہن کام کر رہا ہے۔ ان دونوں ملکوں پر یہودی چھایا ہوا ہے۔ پالیسی وہی بناتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ سلطنت اسرائیل کو وسیع کر کے عربی ممالک پر قابض اور دنیا کی ایک عظیم سلطنت بنا دے اور خاکم بدہن اسلام اور اسلامی حکومتوں کو نیست و نابود کر دے (لا قدّرھا اللہ) اس مقصد پر روس و امریکہ دونوں متفق ہو گئے ہیں اسرائیل کے اس تسلّط کے بعد عربوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا مسئلہ ہی باقی نہ رہے گا۔ بلکہ اس کی جگہ صرف اسرائیل کو راضی رکھنے کا مسئلہ لے لے گا اور وہ یا تو امریکہ کی طرف زیادہ مائل ہوگا کیونکہ یہود وہاں زیادہ ہیں ورنہ کم از کم امریکی مفاد کی رعایت ضرور کرے گا۔ نیز امریکہ و روس کے درمیان توازن قائم رکھنے کی کوشش کرے گا۔ گویا دونوں کے

عظمتِ حدیثِ پاک

عبدالرحمٰن لدھیانویؒ، شیخوپورہ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود لکھے تو جب تک میرا نام اس کتاب میں رہیگا۔ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

اصحاب الحدیث جنّتی ہیں

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اصحاب الحدیث اس حال میں آئیں گے کہ ان کے ساتھ دواتیں ہوں گی اللہ تعالٰے ان سے فرمائیگا کہ تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ ہمیشہ درود لکھتے رہے یعنی ہر حدیث کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے رہے لہٰذا اس درود شریف کی برکت سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حدیث والوں کے لیے پیشین گوئی

اس علمِ قرآن اور حدیث کو حاصل کرکے آئندہ آنے والی جماعت میں سے اُس کے عادل نیک لوگ ہوں گے جو حد سے گزرنے والے لوگوں کی تحریف اور زیادتی کو دُور کریں گے اور باطل پرستی، افترا پردازی اور جاہلوں کی تاویلات کو بھی ہٹائیں گے (بیہقی فی کتاب المدخل) اس پیشین گوئی کا مصداق محدثین کی جماعت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث طلب کرنیوالوں کی عزت کرنے کی وصیت فرمائی ہے

حضرت ہارون العبدیؒ فرماتے ہیں۔ جب ہم حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس آتے تو آپ خوش ہو کر فرماتے تھے۔ مرحبا! تمہارے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔ ہم نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا۔ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد تم سے لوگ میری حدیثیں پوچھنے آئیں گے۔ جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ لطف وعنایت سے پیش آنا اور انہیں حدیثیں سنانا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس زمین کے کناروں سے جو لوگ حدیثیں طلب کرتے ہوئے پہنچیں گے جب وہ آئیں تو ان کی بہترین خیر خواہی کرنا (شرف اصحاب الحدیث ص ۱۳)

حدیث شریف کا سننا اور لکھنا دنیا و آخرت کا جمع کرنا ہے۔

سہل بن عبداللہ زاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہے۔ وہ حدیث لکھا کرے۔ اس میں دونوں جہان کا نفع ہے۔

عبداللہ ابن داؤدؒ فرماتے ہیں حدیث سے جو شخص دنیا چاہے اس کے لیے دنیا ہے اور جو آخرت چاہے اس کے لیے آخرت ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا سننا دنیا چاہنے والوں کے لیے عزت کا باعث ہے اور آخرت چاہنے والوں کے لیے رشد و بھلائی کا سبب ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث)

حدیث والے انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہیں گے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا - میری امت سے ایک جماعت منصور رہے گی۔ ان کی برائی چاہنے والا انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

طلبِ حدیث کے فضائل

قرآن و حدیث کا حاصل کرنا دین و دنیا کی سعادتمندی کا ذریعہ ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"جو شخص قرآن اور حدیث کی طلب کے لیے سفر اختیار کرے گا تو ہم اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیں گے۔ اور جو شرعی دینی علم حاصل کرتے کرتے مر جائے تو اس کے اور نبی کے درجہ میں صرف ایک درجہ کا فرق رہے گا۔"

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ جس کے پاس اس حال میں موت آئے کہ وہ اسلام کو زندہ کرنے کے لیے علم حاصل کر رہا تھا تو جنت کے اندر اس میں اور نبیوں کے درمیان صرف ایک ہی درجہ (نبوت) کا فرق رہے گا۔

رات کو تھوڑی دیر علمِ قرآن اور حدیث کا حاصل کرنا، رات بھر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

حدیث شریف کے یاد رکھنے کی فضیلت

حدیثوں کا یاد کرنے والا قیامت کے دن عالم اور فقیہ بنا کر اٹھایا جائے گا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری امت کے لیے چالیس حدیثیں میری سنت کی یاد کرلے تو میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کے چہرے کو خوش اور روشن رکھے جس نے میری حدیث کو سن کر حفظ کر لیا اور دوسروں کو سنایا۔

حدیث شریف کے لکھنے کی فضیلت

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ ایک شخص تو نفلی نمازوں اور نفلی روزوں میں مشغول ہے اور دوسرا حدیث لکھنے میں مشغول ہے فرمایئے آپ کے نزدیک کون افضل ہے۔ فرمایا۔ حدیث شریف کا لکھنے والا۔ (تاریخ بغدادی)

حدیث شریف سے شفا حاصل ہوتی ہے

ختم قرآن مجید اور ختم حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں باعثِ برکت اور موجب سعادت ہیں۔ حضرت امام طحاوی جب بیمار پڑتے تو حدیث پڑھنے والوں کو بلاتے۔

حدیث شریف کا مذاکرہ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حدیثوں کا مذاکرہ کرتے رہو۔ اگر ایسا نہ کیا تو ڈر ہے کہ یہ علم مٹ نہ جائے حدیثیں بیان کیا کرو۔ ایک حدیث دوسری حدیث کو یاد دلاتی ہے۔

حدیث شریف پڑھنے کے لیے اپنے بچوں کو جبراً آمادہ کرنا چاہیئے

حضرت عبداللہ ابن داؤدؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ حدیث کے پڑھنے پر اپنی اولاد کو مجبور کرے۔

حدیث والوں کے لیے مبشّرات

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نبوت تو گئی۔ میرے بعد نبوت باقی نہیں رہی۔ ہاں البتہ خوشخبریاں باقی ہیں اور وہ نیک خواب ہیں۔

حدیث اصل میں قرآن ہی کی ہے تفسیر
تو پھر حدیث کو قرآن سے کیوں جدا کیجئے

ایک شفیق باپ

ایک شفیق باپ کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حقیقی خدوخال دیکھنے ہوں تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی موت کا واقعہ ذہن میں لائیے۔

ایک ایسا بیٹا جو زندگی کے بالکل آخری ایام میں ملا ہو جو مستقبل کی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا ہو ابھی اس نے زندگی کی دو بہاروں سے زیادہ بہاریں بھی نہ دیکھی ہوں اور وہ اسی دوران اس دارِ فانی سے عالم آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔

ایسے بیٹے کے انتقال پر جو غم اور صدمہ ایک شفیق باپ کو ہو سکتا ہے اس کا اندازہ آپؐ کے اس فرمان سے لگائیے:

"اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا وَاِنَّا لِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔"

"آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل مضطرب اور غمگین ہے اور اس کے باوجود ہم تو وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کی مرضی کے مطابق ہو اور ہمیں تمہاری جدائی کا ابراہیم بہت صدمہ ہے۔"

لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو اس پر انہیں تعجب ہونے لگا یہ اس بنا پر نہ تھا کہ بیٹے کی وفات پہ باپ کیوں رو رہا ہے بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ایسا عظیم المرتبت پیغمبرؐ جس کے لیے اس کی پوری امت روحانی اولاد کا درجہ رکھتی ہے ایک بچے کے انتقال پر اپنے غم و الم کا یوں برملا اظہار کر رہا ہے۔ لوگ بہادر اسے سمجھتے ہیں۔ جسے کہیں خوف لاحق نہ ہو سخی اسے سمجھتے ہیں جو روپے پیسے کی قدر نہ جانتا ہو۔ اور صابر وشاکر اسے سمجھتے ہیں جو کبھی غمگین نہ ہوتا ہو۔ حالانکہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے اگر خوف کا احساس نہ ہو تو شجاعت و بہادری کی کیا قدر و قیمت باقی رہ جاتی ہے اگر روپے پیسے کی محبت نہ ہو تو سخاوت کیا معنی رکھتی ہے بعینہٖ اگر غم و الم کا اثر نہ ہو تو صبر کی کیا اہمیت محسوس کی جا سکتی ہے۔

آپؐ نے لوگوں کے اس تعجب پر فرمایا "یہ تو ایک جذبۂ ترحّم ہے جو اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔"

پھر حضرت حسن کو دیکھیے جو جنتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا لختِ جگر ہے وہ اس وقت بارگاہِ نبوت میں آتا ہے جب اس کا نانا خدا کے حضور سربسجود ہوتا ہے اور وہ آ کر پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے ایک ایسے مقام پر جو آپ کی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے وہاں بھی اس نبیِ رحمت کا محبت بھرا دل بچہ کی شفقت و محبت کو نظر انداز نہیں کرتا اور سجدے کو طویل تر کر دیتا ہے اور جب ایک صحابیؓ اس طوالت کا سبب پوچھتا ہے تو وہ رحمتُ للعالمینؐ یوں گویا ہوتا ہے "میرا بچہ مجھ پر سوار تھا میں نے پسند نہیں کیا کہ اس کے کھیل میں خلل اندازی ہو اس لیے میں نے سجدہ لمبا کر دیا۔"

حضرت ابراہیمؓ کے انتقال پر غمناک نگاہیں پہاڑ کی طرف اٹھتی ہیں اور فرماتے ہیں "اے پہاڑ! جو مصیبت مجھ پر ٹوٹی ہے اگر تجھ پر ٹوٹتی تو ریزہ ریزہ ہو جاتا"۔ اور جب آپ کو روتا دیکھ کر حضرت اسامہؓ بن زید چیخ پڑتے ہیں تو حضور علیہ السلام انہیں یہ فرما کر خاموش کر دیتے ہیں کہ "رونا تو جذبات رحمت میں سے ہے لیکن چیخ چیخ کر رونا شیطانی فعل ہے۔"

اسامہؓ بن زید روایت کرتے ہیں کہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بچی کا انتقال ہونے لگتا ہے۔ آپؐ کو اطلاع ملتی ہے آپؐ زینبؓ کو کہلا بھیجتے ہیں اور یہ پیغام دیتے ہیں۔

"اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ وہ لے لے یا جو کچھ وہ عطا فرما دے اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدّت مقرر ہے اس لیے اسے صبر کرنا چاہیے اور اللہ کے ہاں سے اجر کی توقع رکھنی چاہیے" انہوں نے دوبارہ آپؐ کو بلا بھیجا اور بڑی تاکید فرمائی۔ چنانچہ آپؐ صحابہؓ سمیت ان کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ جب بچی اکھڑے ہوئے سانسوں کی حالت میں آپؐ کی گود میں رکھی جاتی ہے تو

آپ رو پڑتے ہیں۔ حضورؐ کو روتے دیکھ کر معاذؓ کے بیٹے سعد عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں فرمایا ہاں" یہ تو ایک شفیقانہ جذبۂ محبت و رحم ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے اور رحمت خداوندی کے حقدار وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کی دنیا رحم و کرم کے جذبات سے آباد ہے "

جس دن حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوتا ہے آسمان پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے، عربوں کے عقیدۂ توہم پرستی کے مطابق سورج یا چاند کو گرہن ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا یا مرتا ہے۔ حضور علیہ السلام صرف ایک باپ کی حیثیت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ خدا کے لاڈلے اور پیارے رسول ہونے کی حیثیت سے غلط عقاید کی بیخ کنی بھی ان کا اولین فریضہ تھا فرماتے ہیں" ہرگز نہیں، سورج اور چاند اللہ کی آیات قدرت کی دو نشانیاں ہیں۔ ان کا گرہن لگنا کسی کی موت یا کسی کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا"

ایک ایسا باپ جس کے دل کے سورج کو گرہن لگ چکا ہے وہ غم و اضطراب کے اس عالم میں بھی نسل انسانی کی اصلاح کو مدنظر رکھتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں کسی قسم کا غلط نظریہ پنپنے نہیں دیتا۔ سورج کو گرہن تو لگا ہے اور یہ ابراہیمؓ کی موت سے لگا ہے لیکن آسمان کے سورج کو نہیں البتہ خود اس کے دل کا سورج گہنا گیا ہے۔ اور اس کا سر عجز و نیاز خدا کی بارگاہ میں جھک کر اپنی نیازمندیوں کے اعتراف میں ڈوب جاتا ہے۔

" ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو ہمارے پروردگار کو ناپسند ہو — صلی اللہ علیہ وسلم۔"

بقیہ : ایران کے بعد

درمیان سیاسی حاجز (POLITICAL BUFFER) کا کام دے گا۔ بہر حال امریکہ کے مفاد کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

دوسری طرف امریکہ چین سے تعلقات بڑھا رہا ہے۔ یہ وہ ملک ہے جو اب تک یہود کے اثر سے محفوظ تھا مگر اب وہاں بھی ان کی فریب کاریاں اثرانداز ہوں گی اور امریکہ کی اس کوشش کو تقویت ملے گی کہ چین اور روس میں تصادم ہو جائے۔ ایران و پاکستان وغیرہ روس کے زیر اثر آ جائیں تو اس تصادم کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ میدان جنگ ایشیا بنے گا، یورپ محفوظ رہیگا۔

یہ وہ چیزیں ہیں جو امریکہ کی خاموشی اور گریز پائی کا راز واضح کر دیتی ہیں، اور اس خیال کی تائید کرتی ہیں کہ دونوں کے درمیان کوئی خفیہ سمجھوتہ ہو گیا ہے جس میں اسلام یعنی ملت اہلسنت والجماعت کی مخالفت و عداوت کو بطور مشترک مقصد سرفہرست جگہ دی گئی ہے۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

اتفاق و اتحاد اور ہدایت کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کافی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اسلام پر دل و جان کے ساتھ سب کے سب عمل کرنے لگ جائیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق دے اور برائیوں سے بچائے۔ آمین!

وطنِ عزیز

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی نگاہ میں

جو چیز جس قدر زیادہ گراں قیمت ہو اس کی قدر و منزلت بھی اسی قدر زیادہ ہوتی ہے لہذا ہمارا فرض ہے کہ اس آزاد پاکستان کی پوری پوری قدر کریں اور اسے ایسا بنادیں کہ تمام ممالک کے لئے بالخصوص اپنے ہمسایہ ملک انڈین یونین کے لئے باعثِ رشک ہو ہمارا نظام ان سے اعلیٰ ہو۔ ہماری تنظیم ان سے زیادہ مضبوط ہو۔ ہمارا تعلیم یافتہ نوجوان ان کے تعلیم یافتہ نوجوان سے زیادہ۔ روشن دماغ۔ عالی ہمت، دور اندیش، معاملہ فہم قومی ترقی کا فدائی اپنے ملک کی اصلاح کا شیدائی، مسکین نواز، غیرت مند، غریب پرور، ایماندار، خدا پرست، خدا ترس ہو۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس ترقی کے لئے ہر قسم کے وسائل موجود ہیں۔ وسائل کی دو قسمیں ہیں ایک مادی دوسرے روحانی۔

ترقی کے مادی وسائل

غلہ:۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے آزاد پاکستان میں غلہ اتنا پیدا ہوتا ہے کہ ہماری ضروریات کے لئے کافی ہے بلکہ غلے کی اتنی کثرت ہے کہ کروڑوں من غلہ اس پاکستان سے انگریز جمع کرکے یورپ کو بھیجتا تھا۔ کراچی کی بندرگاہ پر غلہ کی لاکھوں بوریاں جمع رہتی تھیں۔ جو یورپین جہاز ڈھوتے رہتے تھے۔ ابھی چند سال کا واقعہ ہے کہ ریاست بہاولپور میں غلہ باہر نہ جانے کے باعث ایک روپیہ من ہو گیا تھا۔

کپڑا

کھانے کے علاوہ انسان کو تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے ملک میں کپاس کی اتنی پیداوار ہے کہ اگر ہم روئی کو دوسرے ملکوں میں نہ بھیجیں تو پاکستان کے باشندوں کی ضروریات کے لئے کافی سے زائد کپڑا مہیا ہو سکتا ہے۔ اگر دوسرے آزاد ممالک کی طرح ہمارے مردوں اور عورتوں کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اپنے ملک کے باشندوں ہی کی جیب میں ہماری کمائی جائے اور جب تک حکومت پاکستان اپنے ہاں نفیس کپڑے بنانے والے کارخانے جاری کرے اس وقت تک ہم اپنے دیس کے بنے ہوئے کپڑے پہنیں۔ یورپ، امریکہ اور جاپان کے نفیس اور دل کش کپڑوں کی بجائے ہم اپنی دیسی کھدّی کا کپڑا استعمال کریں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس جذبہ کے باعث ایک تو کپڑے کے سلسلہ میں لاکھوں انسان برسرِ روزگار ہو جائیں گے۔ ہزاروں بیوگان اور محتاج عورتیں سوت کات کر اپنی روزی کما لیں گی اور ہزاروں روئی دھننے والوں کے بال بچے پیٹ بھر کر کھانا کھائیں گے اور لاکھوں جولاہوں کے بچے خوش حال نظر آئیں گے اور ہزاروں دھوبیوں کے رزق کا دروازہ کھل جائیگا۔ ہمارے خداداد آزاد پاکستان میں اس ایک کپڑے کے سلسلے میں ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں غریب برسرِ روزگار ہونے کے باعث حکومتِ پاکستان کو اپنے حق میں رحمت خیال کریں گے۔ اور حکام پاکستان کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے اس سلسلے کے جاری کرنے میں دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ مملکت پاکستان کا سرمایہ اپنے ملک ہی کے اندر رہے گا اور وہ اقتصادی طور پر نہایت مضبوط ہو جائے گا۔

چمڑا

ضروریاتِ زندگی میں انسان کو کھانے اور کپڑے کے علاوہ جوتے کی بھی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آزاد پاکستان کے زرعی ملک ہونے کے باعث یہاں بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس اونٹ کی بھی بہتات ہے اور کروڑوں من چمڑا پاکستان سے غیر ممالک کو جاتا ہے اگر ہمارے مردوں اور عورتوں میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اپنے دیس کے تیار شدہ چمڑے کے جوتے پہنیں گے۔ جس طرح انگلستان میں مدت ہائے مدیدہ تک بانی برٹش کا دستور جاری رہا کہ فقط اپنے ملک کی مصنوعات خریدو۔ اسی طرح حکومتِ پاکستان "بائی پاکستان" کا قانون بنادے کہ فقط پاکستان کی مصنوعات خریدا کرو۔ تو ہمیں باہر سے رنگا ہوا چمڑا منگوانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ چمڑے کے رنگنے کے لئے عام طور پر کیکر کی چھال کام آتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاکستان یا دوسرے سرمایہ دار اعلیٰ درجہ کا چمڑا رنگنے والے کارخانے قائم نہ

کریں۔ اس وقت ملک اپنے ملک کا بنا ہوا جوتا جس قسم کا بھی میسر آئے اسے ہی استعمال کیا جائے تاکہ چمڑے کے سلسلے میں جو کروڑ ہا روپیہ دوسرے ممالک ہم سے کما رہے ہیں وہ ہمارے ہی ملک میں رہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم باشندگان پاکستان اپنے ملک کو خوشحال بنانے کا جذبہ صادق اپنے اندر پیدا کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس سلسلہ میں لاکھوں آدمی بے روزگار برسرِ روزگار ہو جائیں گے اور ان کے عیال و اطفال خوشحال ہو جائیں گے۔ اور یہ غریب طبقہ حکومتِ پاکستان کے بقا اور حکام پاکستان کی حسن تدبیر کے لاکھوں گواہ اور دعا گو ہوں گے جس ملک کے عوام آسودہ ہوں گے وہی ملک دنیا میں خوش حال کہلاتا ہے۔ ورنہ مٹھی بھر سرمایہ دار تو ہر جگہ خوش ہوا ہی کرتے ہیں اور پھر اس عوام طبقہ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس ملک کا حامی و ناصر ہوگا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

دوا

کھانے کپڑے اور جوتے کے علاوہ انسان کو دوا کی بھی وقتاً فوقتاً ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ دوا کے سلسلے میں بھی پاکستان کو کسی دوسرے ملک کا دستِ نگر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اس سلسلے میں بھی وہ چیز ضروری ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ باشندگان پاکستان کے دل میں اپنے ملک کی ترقی اور اپنے ملک والوں کی خوش حالی کا جذبہ اپنے نفس کی خواہش سے بڑھ چڑھ کر پیدا ہو جائے تب کامیابی ہو سکتی ہے آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ہی ملک سے انگریز خام ادویات لے جاتا ہے۔ اور ان کے جوہر نکال کر اور نئے نام رکھ کر ہمارے ہاں واپس بھجوا دیتا ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہاں سے سات ہزار میل کے فاصلہ پر ان ادویات کے لے جانے اور پھر سات ہزار میل کے فاصلہ پر واپس لانے میں کتنا خرچ ہوتا ہوگا اور یہ سارا خرچ مریض کی جیب سے نکالا جاتا ہے۔ یہ تو بار برداری کا خرچ ہے اس کے علاوہ یہاں سے لے جانے والی کمپنیاں اور وہاں سے لانے والی کمپنیاں اور وہاں کے ادویات تیار کرنے والے کارخانوں کا سارا خرچ بھی ان ہی ادویات پر پڑتا ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ولایت سے منگوائی ہوئی ادویہ کس قدر گراں پڑتی ہیں۔ یہی وجہ ہے

بسلسلہ اسلامی قانون

مجموعہ قوانینِ اسلام

السیّد بنوری کی نظر میں

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً منھم علیٰ سیدنا محمد المصطفیٰ الذی منزل بہ القرآن الکریم ما کفیٰ وما شفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ وفقہاء امتہ ما وفیٰ وکفیٰ

اما بعد، بلاشبہ دینِ اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام کائنات کے لیے رحمت اور اس کا وہ عادلانہ قانون حکمت و قانونِ عدل ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ خواہ وہ "روما" کا قانون ہو یا "یونان" کا فلسفہ ہو یا "ایران" کا دستور ہو۔ ظاہر ہے کہ کہاں عقلِ انسانی کا کارنامہ کہاں حق تعالیٰ جل شانہ کا حکیمانہ نظام:

"ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا"

تمام فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ .... "دارالاسلام" وہی ہو گا جس کا قانون اور محاکمِ شرعیہ کا نظام و "فصلِ خصومات" (یعنی قانونی فیصلے) اسلامی قانون سے ہوں، نام کی حکومت اسلامی ہو اور قانون غیر اسلامی ہو، بے معنی بات ہے کسی اسلامی حکومت کے صحیح خدوخال اسلامی قانون کے آئینہ ہی میں جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ عالمِ اسلام کا جدید اعلیٰ تعلیمیافتہ طبقہ اور وہ حضرات جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہے، اسلامی قانون سے یا دینِ اسلام سے ان کی مایوسی کا کسی قدر سبب وہ جمود بھی ہے جو اسلامی مرکزوں پر عرصہ سے طاری ہے، اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید ترقی کے موجودہ دور میں اسلامی قانون ترقی سے قاصر ہے اور عاجز ہے، سودی نظام، انشورنس کا نظام عہدِ حاضر کے تجارتی نظام کا تانا بانا بن گیا ہے۔ ان کو یہ تصور نہیں ہو سکتا ہے کہ اس نظام سے کیونکر گلو خلاصی ہو سکے گی اور یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ موجودہ ترقی و تہذیب کے دور میں مجنونانہ خیال ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر اسلامی قانون رائج کیا جائے، جو سود کی حرمت کا اعلان ببانگِ دہل کرتا ہے اور اس کو جاری کرنا حق تعالیٰ اور اس کے رسولِ برحق سے اعلانِ جنگ کے مترادف ہے۔

درحقیقت یہ کوتاہ فہمی اس کا نتیجہ ہے کہ اسلامی علوم، قرآنی احکام، سنتِ مصطفویہ کی تشریعات، قدیم فقہاء اسلام کا سرمایہ جس مؤثر تعبیر اور دل نشیں تشریح اور دل پذیر بیان و تدوین کا محتاج تھا، موجودہ ذخیرہ اس سے تہی دامن تھا۔

بلاشبہ دینِ اسلام کے حقائق و قوانین کی ابدیت اپنی جگہ قطعی و یقینی ہے لیکن علماء امت کو قرونِ اخیرہ میں اس کا زیادہ احساس نہ ہو سکا کہ اسلام کی برتری و فوقیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قدیم فقہی ذخیرہ کو جدید قالب میں ڈھالا جائے اور اس کی روشنی میں فقیہانہ انداز سے اور مخلصانہ کوششوں سے ایک نقشہ ایسا تیار کریں کہ جدید دور اس کو قبول کرے اور نئی نسل کے دل و دماغ پر اس کا اثر ہو، بلا شک یہ تقصیر ہوئی، لیکن درحقیقت اس تقصیر کا وبال تنہا علمائے امت اور فقہائے اسلام

پر نہیں ، بلکہ مسلمان حکمرانوں پر ہے ، جو اسلام کے مدعی تھے اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواہاں تھے ۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ دورِ حاضر کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ محققینِ اسلام کے اہلِ فکر و نظر کو ایک مرکز پر جمع کر کے یہ کام ان سے کرایا جاتا ، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ عالمِ اسلامی کے مختلف ادوار میں کچھ نہ کچھ سلسلہ جاری رہا ، خلافتِ عثمانیہ کے آخری دور میں سلطان خلیفہ عبدالحمید خان نے علماء سے اسلامی قانون "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کی صورت میں مرتب کروایا ۔

امیر کابل شاہ امان اللہ خان نے "تمسک القضاۃ الامانیۃ" اور "نفاذ نامہ جزاء عمومی افغانستان" کے کچھ مجموعے تیار کرائے ۔ ضرورت تھی کہ بعد کے حکمران اس کی تکمیل کراتے لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا ۔

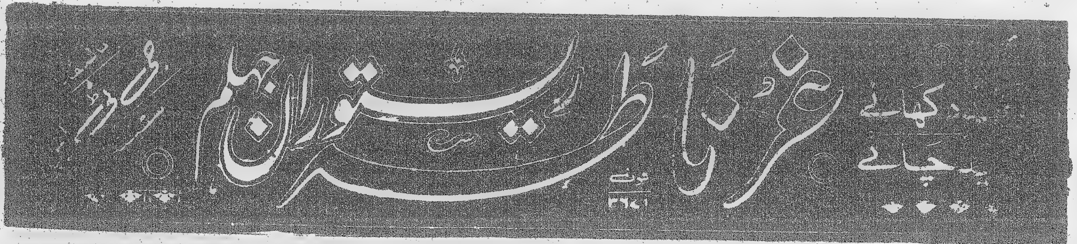
حال میں بعض ممالکِ عربیہ میں کچھ شخصیتیں ایسی پیدا ہوئیں جنہوں نے مختلف پہلوؤں پر نہایت قابلِ قدر کام کیا ۔ ڈاکٹر مصطفی زرقاء کی کتابیں "المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدنیۃ" اور "کتاب الوقف" وغیرہ اور ڈاکٹر مرحوم مصطفی سباعی کی کتاب "الاحوال الشخصیۃ" اور ڈاکٹر عبدالقادر عودہ کی کتاب ... "التشریع الجنائی" الشیخ ابو زہرہ کے مقالات انشورنس اور سود کی حرمت اور بعض جدید مسائل پر قابلِ قدر خدمات ہیں ۔

ہمارے ملک میں یہ سہرا محترم برادرم جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمن ایم ۔ اے ، ایل ۔ ایل ۔ بی ، پی ۔ ایچ ۔ ڈی ایڈووکیٹ مشیر قانون ادارہ تحقیقاتِ اسلامی (پاکستان) اسلام آباد کے سر باندھا گیا ہے ، جو ہر طرح کی مبارکباد کے قابل ہیں ۔ موصوف کا "مجموعہ قوانینِ اسلام" جلد چہارم اس وقت میرے سامنے ہے ۔ "قانونِ وصیت" کی تشریح پر پوری جلد مشتمل ہے ۔ ترتیبِ ابواب ، ترتیبِ مواد ، استیفاءِ مسائلِ جزئیات ، حسنِ تعبیر مؤثر تشریح و دل نشیں پیرایۂ بیان میں تمام سابقہ اجزاء سے گوئے سبقت لے گیا ہے ، مجھے تفصیلی مطالعہ کا موقع نہ مل سکا لیکن الحمد للہ کہ میرے رفیق کار فقیہ عصر مولانا مفتی ولی حسن صاحب صدر دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ و استاذِ حدیث و استاذ التخصص فی الفقہ الاسلامی بارک اللہ فی حیاتہ العلمیۃ والدینیۃ و زادہ توفیقا الی کل خیر و سعادۃ ، تفصیلی مطالعہ کر کے مطمئن ہو گئے ہیں کہ کوئی چیز قابل تنقید و تردید نہیں ۔ فقہ حنفی کے مسائل سب درست ہیں ۔ حق تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بقیہ قوانینِ اسلامیہ کی تکمیل ان کے قلم سے کرائے :

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مؤلف محترم ہر طرح ہماری دعا و تحسین کے مستحق ہیں ۔ جو کام عصرِ حاضر کے ممتاز علماء نہ کر سکے بہت خوبی سے انجام دیا اور موصوف کے فہم و انصاف سے توقع ہے کہ تمام اجزاء سابقہ پر نظر ثانی فرما کر اور اہلِ علم سے مشورہ کر کے جو کوتاہیاں رہ گئی ہیں ان کی اصلاح کریں گے تاکہ آئندہ کسی کو تنقید کا موقعہ نہ ملے ۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ
خادم حدیث نبوی و خادم مدرسہ عربیہ
اسلامیہ ، کراچی ۔ ۵
یکشنبہ ، ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ



حقیقی سکون

انتظار حسین اسعد

سامانِ راحت اور اصل راحت میں بڑا فرق ہے۔ سامانِ راحت کرایہ پر لیا جا سکتا ہے۔ بازار سے اسے خریدا جا سکتا ہے، مگر راحت نہ کسی منڈی میں نیلام ہوتی ہے اور نہ کسی بازار سے خریدی جا سکتی ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، مال و دولت سے سامانِ راحت تو مل سکتا ہے، لیکن راحت نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کرنے والوں اور راضی برضائے الٰہی رہنے والوں کا حصّہ ہے، دولت کی فراوانی سے راحت نہیں ملتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو تو تنگ دستی اور فاقہ مستی میں بھی راحت ہی راحت ہے۔ بندہ کے دل میں جب مولا کی رضا کی طلب پیدا ہو جاتی ہے تو مال و دولت کی طرف توجہ نہیں کرتا، وہ صرف اپنے مالک کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ فرعون، نمرود، قارون اور شدّاد کے پاس دولت کی بڑی کثرت تھی، لیکن وہ روحانی تسکین و آرام سے محروم تھے۔ اور سامانِ راحت کی فراہمی انسان کو کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ صبح و شام اس کی آنکھوں میں ان دیکھے گھومتے رہتے ہیں۔ وہ حق و انصاف کی دولت کو بھی ہوس کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔

آدمی اس تلاش میں رہتا ہے جس سے راتوں رات اس کے صحن میں دولت برسنے لگے اور اس کے گھر کی چھت پر آسمان سے بارش کے قطروں کی بجائے اشرفیاں برسنے لگیں۔ ان چیزوں سے انسان روحانی تسکین سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت رابعہؒ سات دن اور سات رات لگاتار روزے سے رہیں۔ دن کو بھی اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں اور رات کو بھی جاگتی رہتی، آٹھویں رات کو بھوک نے غلبہ کیا، نفس نے فریاد کی کہ آپ کب تک مجھ کو اس طرح تکلیف و رنج میں مبتلا رکھیں گی۔ یکایک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کھانے کا پیالہ لا کر آپ کو دیا۔ آپ نے لے کر رکھ لیا تاکہ چراغ جلائیں۔ اتنے میں ایک بلّی نے آ کر پیالے کو اوندھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا پانی سے روزہ کھول لوں گی۔ جب آپ پانی کا پیالہ بھر کر لائیں تو چراغ گل ہو گیا۔ آپ نے پانی پینا چاہا تو پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ گرا اور ٹوٹ گیا حضرت رابعہؒ نے ایسی آہ بھری کہ جس سے گھر کے جل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آپ نے عرض کی یا اللہ مجھ بیچاری کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ رابعہؒ اگر تو چاہے تو ہم تجھ کو دنیا کی ساری نعمتیں عطا کر دیں، لیکن اپنا غم تیرے دل سے نکال لیں گے، میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

حضرت رابعہؒ نے جب یہ سُنا تو اپنے دل کو دنیا سے بالکل جُدا کر دیا اور ہر وقت دُعا مانگتی رہتی تھیں کہ خدایا مجھے اپنی طرف ایسا مشغول رکھ کہ کوئی مجھ کو تیری طرف سے پھیر نہ سکے۔

پیارے بچو! جب انسان کے دل میں مال و دولت کے انبار جمع کرنے کی ہوس پیدا ہو جاتے تو پھر انسان یہ نہیں دیکھتا کہ وہ جن ذرائع سے مال جمع کر رہا ہے جائز ہیں یا ناجائز ضمیر فروشی کرنی پڑے تو پرواہ نہیں۔ حق و انصاف کا خون کرنا پڑے تو کر گزرتا ہے اور کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ناجائز ذرائع سے جمع کیا ہوا مال انسان کے چہرے پر سرخی تو ضرور پیدا کر سکتا ہے۔

لیکن اس کے جسم و جان کو سکون سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اس مال سے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ خدا کے عذاب کو دعوت دیتا ہے۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھ لیا اور ہر شعبۂ زندگی میں اپنے مالک کی رضا کو مدنظر رکھا اور اسی مقصد کے پورا کرنے میں زندگی صرف کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ناجائز مال و دولت سے بچائیں اور رزق حلال عطا فرمائیں۔ دنیا کی بجائے دنیا اسلام کی محبت عطا فرمائیں۔

طہارت یا پاکیزگی

ترقی یافتہ معاشرہ پاک و صاف ہوتا ہے

اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (الحدیث)

پاکیزگی ایمان کا ایک جز ہے۔

طہارت یا پاکیزگی انسان کی ایک خصوصیت ہے۔ اسلام چار خصائل کے مجموعے کا نام ہے جنہیں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے بیان فرمایا ہے:۔

۱۔ طہارت (پاکیزگی اور صفائی)

۲۔ اخبات (عاجزی اور انکساری)

۳۔ سماحت (ضبط نفس)

۴۔ عدالت (عدل اور اعتدال)

اس سے ظاہر ہے کہ طہارت ۲۵ فیصد اسلام ہے۔ سورہ مدثر میں آتا ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اپنے کپڑے پاک رکھ) ظاہر ہے کہ انسان کے کپڑے اس وقت تک پاک نہیں رہ سکتے جب تک اس کا بدن پاک نہ ہو اور نہ اس وقت پاک رہ سکتے ہیں جب اس کا ماحول ناپاک ہو۔ اس لیے لباس کو پاک رکھنے کے لیے اپنا ماحول اور اپنا بدن پاک رکھنا لازم ہے۔ قرآن کا یہ اعجاز قابل غور ہے کہ ماحول اور بدن کی پاکیزگی کو لباس کی پاکیزگی کا جز بنا کر اس میں شامل کر دی ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ:۔

دُمْ عَلَى الطَّهَارَةِ يُوَسَّعْ عَلَيْكَ الرِّزْقُ

ہمیشہ پاک و صاف رہو تم پر روزی فراخ کر دی جائیگی

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اے کہ آلودگی تو شب و روز
فاقہ و فقر تو زیادہ شود
با طہارت باش تا بر تو
روزی تنگ تو کشادہ شود

بدن، لباس اور مکان کی طہارت اصل میں انسان کے افکار و خیالات کی پاکیزگی کا مظہر ہوتی ہے جس شخص کے خیالات ناپاک ہوں وہ ظاہری پاکیزگی کا کیا خیال رکھ سکتا ہے اس لیے لباس کی پاکیزگی دل کی طہارت کی بھی طلبگار ہوتی ہے۔

کسی معاشرے کے ترقی یافتہ ہونے کی ظاہری صورت یہ ہے کہ اس کے ارکان کے گھر کیسے ہیں۔ اگر ان میں صفائی ہے اگر اس معاشرے کے محلے یا قصبے میں پاکیزگی اور طہارت کا دور دورہ ہے تو وہ معاشرہ ترقی یافتہ ہے نہیں تو اسے پست سمجھنا چاہیے۔

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور ان کے رسائل

یہ نایاب خزانہ اب دستیاب ہے

حضرت مولانا السید مناظر حسن چاند پوری قدس سرہٗ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ارشد اور ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں تعلیمات اور شعبہ تبلیغ کے ناظم تھے قدرت نے آپ کو بے پناہ مناظرانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، جن کے پیش نظر آپ "رئیس المناظرین" کے عرف سے معروف تھے ۱۲۸۵ھ میں اس جہاں رنگ و بو میں آنے والے اس ہونہار کو دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت ملا محمود دیوبند کے پہلے مدرس، حضرت مولانا ذوالفقار علی اور حضرت شیخ الہند قدس سرہم جیسے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا اور اس خطۂ علمی و عرفانی ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی۔ لطف یہ کہ دیوبند سے فراغت کے بعد شیخ الشیوخ مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں دوبارہ دورۂ حدیث پڑھنے کی آپ کو سعادت نصیب ہوئی۔ اور فن معقولات میں آپ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے شاگرد مولانا احمد حسن رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔

آپ نے ابتداء میں اپنے والد مرحوم کے ساتھ مطب میں کام کیا۔ کیونکہ آپ اعلیٰ پائے کے طبیب تھے۔ لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر یہ شغل چھوڑ کر دربھنگہ کے مدرسہ امدادیہ میں تشریف لے گئے۔ جو شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے خلیفہ مولانا منور علی صاحب علیہ الرحمہ نے قائم کیا تھا۔ اس کے بعد تاریخی شہر مرادآباد کے مدرسہ امدادیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے کام کیا اسی دوران آریوں کے رد میں متعدد رسائل سپرد قلم کیے اور بابو رام چندر سے تاریخی مناظرہ کیا۔

۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تو انہوں نے دیوبند آنے کا حکم دیا۔ مولانا حافظ محمد احمدؒ مہتمم اور ان کے معاون مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ نے بھی اصرار فرمایا چنانچہ آپ دیوبند آ گئے اور ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ نظامت تعلیمات کے ساتھ ساتھ تدریس و تحریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دوران قادیانیت کے رد میں بالخصوص رسائل تحریر فرمائے، جو پنجاب و سرحد میں بطور خاص مقبول ہوئے۔ آپ کو سفر حج کے دوران حضرت حاجی صاحب سے مکہ معظمہ میں کسب فیض کا بے پناہ موقعہ ملا جب کہ باقاعدہ بیعت مولانا شاہ رفیع الدین مہتمم دارالعلوم سے کی ان کے بعد حضرت گنگوہیؒ سے تعلق جوڑا جب کہ کانپور کے زمانہ قیام میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے پاس بھی آنا جانا رہا حضرت گنگوہیؒ کے بعد حضرت شیخ الہند سے متعلق ہوئے پھر حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور ان کے بعد مولانا محمد علی مونگیری کو اپنا سرپرست بنایا اور ان کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد حضرت تھانوی سے رشتۂ عقیدت استوار کیا۔

اس تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو کتنے اہل کمال سے کسب فیض کا موقعہ مہیا فرمایا، جس سے آپ کندن ہو گئے۔ تعلیمی امور میں مہارت کے پیش نظر دیوبند جیسے ادارہ کی نظامت اور تدریس تو تھی ہی آپ کے وعظ کا سلسلہ بھی طول طویل تھا۔ اور لکھنے کے بھی مشتاق تھے تحریر میں زیادہ تر فرق ہائے باطلہ کی رد میں لکھا اور واقعہ یہ ہے کہ قلم توڑ دیتے۔ مخالفین پر جیسی گرفت آپ فرماتے ایسی بہت کم لوگ گرفت کرتے ہیں۔ آریہ سماج اور قادیانیت سے متعلق تردیدی رسائل کا ذکر ہو چکا ہے ان کے بعد آپ کا اہم ترین کارنامہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کی برپا کردہ تحریک تکفیر و تفسیق کا مؤثر ترین رد ہے۔

خاں صاحب بریلوی جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کے شاگرد رشید تھے نے اُمت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا جو بیج بویا وہ حقیقت میں انگریز کی اس تحریک کا ایک حصّہ تھا جس کا مقصد ستم رسیدہ مسلمانانِ ہند کو تباہ کرنا تھا انگریز نے ملّت کی عظمت کو خاک میں ملانے کے بعد اپنے دوام و استحکام کے لیے جو کام کیے ان میں قادیانی فتنہ کے علاوہ دارالتکفیر بریلی کا فتنہ کافری بڑا اہم ہے۔ مرزا غلام احمد نے "تنسیخ جہاد" کے واضح اعلان کے ساتھ ساتھ سرکار انگریزی تعریف و توصیف جس طرح کی اس سے اہل نظر اچھی طرح واقف ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ملت کے مسلمہ معتقدات کو اپنی ناوک انگنی کا شکار کیا تاکہ ملت الجھ کر رہ جائے اور انگریز اپنا کام تسلی سے پورا کر سکے۔ خان صاحب بریلوی نے بڑی چابکدستی اور ہوشیاری سے یہ فرائض سرانجام دیئے انہوں نے تنسیخ جہاد کا واضح اعلان تو نہ کیا لیکن مسلمانوں کی تنگ دستی۔ فقر و افلاس، غربت، سامان ضرب و حرب سے محرومی اور اس قسم کی چیزوں کا وسیع تر پراپیگنڈہ کر کے ان کی اس قسم کی کوششوں کو خودکشی کا نام دیا تاکہ نفسیاتی طور پر مسلمان مرعوب ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی مجاہدین حریت و آزادی پر جھوٹی تہمتیں لگا کر ان کو بدعقیدہ ثابت کر کے وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ خدا

کی بناء مقصد اس سے یہی تھا کہ لوگوں کا تعلق ان اہل اللہ اور مجاہدین اسلام سے کمزور ہو جائے اور انگریز اپنا مشن پورا کر سکیں۔

دور غلامی کا یہ باب انتہائی اندوہناک اور پریشان کن ہے۔ کیونکہ ایک طبقہ علم و مشیخت کی آڑ میں ملت کو ہوا پرستی اور بدعت و ظلمت کے طوفان میں دھکیلتا رہا اور بزدلی و جبن کا مسلسل سبق پڑھانے کی فکر میں رہا تاکہ وہ خفیہ ہاتھ جو ملت کی رگوں سے آخری قطرہ خون نچوڑ لینا چاہتا تھا اپنا کام پورا کر سکے۔

اس "کار عظیم" کی قیادت جیسا کہ عرض کیا گیا خان صاحب بریلوی کو حاصل تھی اور ان کے ساتھ ان کے خلفاء و عقیدت مندوں کا ایک ٹولہ سرگرم عمل تھا۔ ان لوگوں میں صدر الافاضل جناب نعیم الدین مراد آبادی سرکار مارہروی حشمت علی لکھنوی اور جناب دیدار علی صاحب الوری کا خاندان پیش پیش تھے ان لوگوں نے کفر گری کا جو طوفان بپا کیا وہ ایک المیہ سے کم نہیں اور انہوں نے خوف خدا سے بے نیاز ہو کر اکابرین ملت مجاہدین اسلام کے خلاف ایسا طومار باندھا کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے ورثا حق و صداقت سے بے نیاز ہو کر تاریخ کو ایک نئے عنوان سے مرتب کر رہے ہیں۔ اور وہ "ارباب علم و مشیخت" جن کی سبز قبائیں اور ریشمی دستار" (ترک شہدا سے لے کر مجاہدین ۱۸۵۷ء و مابعد تک کے خون سے داغدار ہیں۔ اور جن کے فتوے، تعویذ اور سپاس نامے خون شہدا کا منہ چڑا رہے ہیں۔

انہیں آج "عالم باعمل" "مجدد مائتہ حاضرہ" اور "تاریخ آزادی کا ہیرو" ثابت کیا جا رہا ہے۔

فیا للعجب۔

آج کے کم نظر و کم سواد لوگ جن کا منتہائے نظر عرس اور قوالی کی محافل شبینہ ہیں اور جو آج بھی بدعت و ضلالت کی تاریکی پھیلانے میں پیش پیش ہیں۔ انہیں بالآخر یہ محسوس ہو جائیگا کہ ہم جن کو ملت کا نجات دہندہ قرار دے رہے ہیں وہ ملت کے دشمن تھے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ انہیں ایسا آئینہ دکھایا جائے جسے دیکھ کر وہ شرما جائیں اور ان کا ضمیر خفتہ بیدار ہو جائے۔

افسوس یہ ہے کہ ارباب صدق و صفا کے فرزندان معنوی اپنی اصل ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کر رہے اور ان کی صلاحیتیں ایسے منفی پروگراموں میں برباد ہو رہی ہیں جن کا دنیا و عقبیٰ میں کوئی فائدہ نہیں۔ آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صداقت کا قلم ہاتھ میں لے کر ان مکروہ چہروں کو بے نقاب کیا جائے جو بریلی سے کر پیلی بھیت اور لکھنؤ سے لے کر لاہور تک موجود تھے اور جنہوں نے ملت کا خون نچوڑنے میں ظالم ہڈسن اور سر اڈوائر کا ساتھ دیا۔

انجمن ارشاد المسلمین کے کارپرداز مشکلات کے باوجود یہ کچھ کر رہے ہیں اور انہوں نے اکابرین کے ان جواہر پاروں کو سامنے لانے کا عزم کر رکھا ہے جو بریلی کے بتوں کو حقیقی آئینہ دکھانے میں انتہائی مؤثر ثابت ہوں گے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہمارے مخدوم و محترم مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے آٹھ رسائل کا یہ مجموعہ شائع کیا گیا ہے جن میں:

تزکیۃ الخواطر۔ توضیح البیان۔ احدی التسعۃ والتسعین۔ انصاف البری۔ الختم علی لسان الخصم۔ الکوکب الیمانی۔ اسکات المعتدی اور شکوہ الحاد شامل ہیں۔ مولانا کے دوسرے رسائل حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جونہی وہ دستیاب ہو گئے انشاء اللہ تمام کے تمام چھاپ دیئے جائیںگے

انجمن کے ناظم اعلیٰ نے ۵۷ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ سپرد قلم کیا ہے۔ جس میں بریلوی حضرات کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور وہ تاریخ کے نام پر جو جھوٹ پھیلا رہے ہیں اس کا زبردست تعاقب کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقدمہ ایک ایسی دستاویز ہے جسے الگ سے چھپوا کر زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ پار لوگ اپنی حقیقت سے آگاہ ہو سکیں۔

اگر سواد اعظم اہلسنت و جماعت اور دوسری اہل حق کی تنظیمیں اس کام کا بیڑہ اٹھائیں اور اس قسم کی چیزیں چھاپنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں تو چند دن میں نام نہاد عشاق رسول کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ فی الحال تو ہم یہی گزارش کریں گے کہ یہ کتاب جس کی قیمت ۲۵ روپے ہے زیادہ سے زیادہ تعداد میں خریدی جائے اور مولانا چاند پوری مرحوم سمیت اہل حق کے جو نایاب رسائل کسی دوست کے علم میں ہوں ان سے متعلق انجمن کو اطلاع دی جائے۔ اس خوبصورت مجموعہ کو جلدی سے جلدی حاصل کریں تاکہ آپ اس سے محروم نہ رہ جائیں۔

انجمن ارشاد المسلمین ۶ بی شاداب کالونی
حمید نظامی روڈ لاہور۔
سے یہ خزانہ دستیاب ہے۔

ہم مرتب محترم مقدمہ نگار اور انجمن کے دوسرے رفقاء کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ع
این کار از شما آید و مرداں چنیں کنند

خادم اکابرین دیوبند
محمد ادریس
۶ ربیع الاول ۹۹

